ہدیہ بارگاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

باسمہٖ تعالیٰ

مقصودِ کائنات

مؤلفہ

امام المتکلمین والمحققین حضرت العلامہ حافظ محمد ایوب صاحب قدس اللہ سرہ

ناشر

مکتبہ رازی ۱۵ شہاب مینشن محمد بن قاسم روڈ

کراچی ۱

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم

بیانات

ایوب صاحب قدس اللہ سرہ

بیشن محمد بن قاسم روڈ

Marfat.com

ہدیہ بارگاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

مقصودِ کائنات

امام المتکلمین و محققین

علامہ حافظ محمد ایوب صاحب دہلوی

قدس اللہ سرہٗ

DATA ENTERED

4

بصیرت افروز، روح پرور مقالات

مکتبہ رازی

۱۵۔ شہاب مینشن۔ محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی

Marfat.com

۲
۲۹۷۸۴۴
۳۶۲م
۲۳۹۲۸

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

زیبا منظر ۱۔ شرف آباد
شہید ملت روڈ۔ کراچی ۵

علامہ حافظ محمد ایوب صاحب مرحوم ومغفور کی خدمت میں جن اہل علم کو حاضری کا موقع ملتا تھا وہ ان کے تبحر علمی کے گرویدہ ہو جاتے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ علامہ موصوف کو علوم معقول ومنقول میں حیرت انگیز دستگاہ تھی اس زمانے میں ایسے علماً جو علم کلام میں اس درجہ امتیازی قابلیت کے حامل ہوں نظر نہیں آتے. منطق وفلسفہ اور قرآن وحدیث کے علوم کا ایسا امتزاج دوسروں کی تصانیف میں مشکل سے ملتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ مولانا کا علم اسقدر حاضر تھا کہ ان کی تقریر معانی ومعارف سے لبریز ہوتی تھی. وہ بے تکان مسلسل ایسی علمی تقریر کرتے تھے کہ دوسروں کو عرق ریزی اور مطالعے کے بعد بھی تحریر تک میں وہ بات پیدا کرنی دشوار رہے۔ ان کے برجستہ ارشادات، نکات وحقائق کا خزینہ ہوتے تھے۔ ان کی تقریروں کے ملخص دو کتابیں "ختم نبوت" اور "فتنہ انکار حدیث" اگرچہ مختصر ہیں لیکن ہرچہ بقامت کمتر بہ قیمت بہتر کی پوری طرح مصداق ہیں۔

مکتبۂ رازی نے ان دونوں کتابوں کو شائع کر کے کثیر تعداد میں تقسیم کیا ہے اور ان سے ہزاروں مسلمان فیضیاب ہوئے ہیں۔

اول الذکر کا انگریزی ترجمہ بھی ہوا ہے اور کثیر تعداد میں اشاعت ہوئی ہے اور فرانسیسی زبان میں ترجمہ چھپ کر ہزاروں کی تعداد میں افریقہ میں مفت تقسیم ہو چکا ہے۔ حضرت علامہ کی تقریروں کے ٹیپ ریکارڈ موجود ہیں جن سے بہت سے قابل اشاعت اور گراں قدر رسالے مرتب ہو سکتے ہیں۔ ان کے معتقدین ــــــــــ اس خدمت کو عبادت سمجھ کر انجام دے رہے ہیں۔

Marfat.com

اس جذبۂ خدمت کا ایک ثمر "مقصود کائنات" بھی ہے جو بہت سے دینی حقائق
پر مشتمل ہے لیکن جس کا ماحصل یہ ہے کہ مقصود کائنات حضورؐ ختمی مرتبت کی ذات گرامی
ہے۔ اس لئے کہ انہیؐ پر اعلیٰ ترین افضال الٰہی کا خاتمہ ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان
کو ایمان کے ذریعے سے ضلالت و گمراہی کی ظلمت سے نکال کر رشد و ہدایت کے نور میں
داخل کرنے کا جو اہتمام مشیت الٰہی کی طرف سے ہوا تھا اس کا کمال حضورؐ ہی کی وساطت
سے عالم شہود میں آیا۔ میں نے اس کتاب کے مسودہ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اس میں قول
و فعل الٰہی کے رشتے اور مقام اسلام اور دیگر ادیان کا تعلق و امتیاز تمام مخلوقات بالخصوص
ملائکہ پر انسان کی برتری اور اس قسم کے دوسرے مباحث پر قرآن کریم کی روشنی
میں فلسفیانہ بحثیں ہیں۔ جن سے مسلمانوں کے کلاسیکی علم کلام کی عظمت دلنشیں ہوتی ہے۔
اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن طبائع کے لئے یہ علم کلام عالم وجود میں آیا تھا اس میں فلسفیانہ
مسائل اور دقائق کو سمجھنے کی کس درجہ صلاحیت موجود تھی۔ فی زمانہ منطق و فلسفہ
کی کساد بازاری کی وجہ سے نیز فکر کی افتاد بدل جانے کے باعث ان کتابوں کی
تصنیف ناممکن ہوگئی ہے۔ اس عمق کے باوجود تحریر ایسی نہیں ہے جو معمولی
استعداد کے قاری کے فہم سے بالاتر ہو یا وہ اس سے استفادہ نہ کرسکے
البتہ یہ کتاب ایسی نہیں ہے کہ اسے سرسری طور پر پڑھ لیا جائے۔ بلکہ اس
کے مطالب فکر کی دعوت دیتے ہیں اور ذہن کو مزید جستجو کی طرف راغب کرتے
ہیں۔ لیکن فکر و جستجو کو دونوں کو واہی نہیں چھوڑ دیتے بلکہ ان کی رہنمائی
کرتے ہیں۔ ہر زمانے میں حقائق کا فہم اس عہد کے فکر کے ماتحت ہوتا ہے
جس میں عصری رجحانات کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت
نہیں بدلتی۔ نہ اس کا ادراک بدلتا ہے۔ صرف محاورہ اور الفاظ میں تبدیلی
واقع ہوتی ہے اس کتاب کا طرز تخاطب کلاسیکی ہے۔ لیکن حقائق وہ ہیں

جو ہر زمانے میں دعوت مطالعہ دیتے رہیں گے۔ اور استواری عقیدہ میں معاون ہوں گے۔ اسلام کی عظمت اور تعلیم کی عمدگی پوری طرح سمجھ میں اس وقت آتی ہے جب اس کی ہمہ گیری اور رفعت کا گہرے مطالعے کے ذریعے سے اندازہ لگایا جائے۔ میرا خیال ہے کہ مقصود کائنات کے مطالعہ سے اس مطالعہ کے اسلوب واضح ہوں گے۔

اشتیاق حسین قریشی
۱۷ر اگست ۱۹۷۲ء

ہمارا مقصد

خالص علمی سطح پر دلائل و براہین کے ساتھ مخالفین اسلام کے پھیلائے ہوئے مغالطوں کا جواب دینا اور اسلامی عقائد و تعلیمات کی حقیقی روح سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ہے۔

حضرت علامہ اس دار فانی سے رحلت پا چکے ہیں اس لئے قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ حضرت کے لئے ایصال ثواب کریں۔ (ادارہ)

یہ کتابچہ مولوی صاحب کے ٹیپ ریکارڈ کی ہوئی تقریر سے نقل کیا گیا ہے۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں شیطانِ مردود سے یہ اعوذ ـــــ عوذ سے مشتق ہے اس کے معنی چمٹنے اور فریاد کرنے کے ہیں۔ اعوذ کے یہ معنی ہوئے کہ میں چمٹتا ہوں یا فریاد کرتا ہوں، دونوں معنی لگتے ہیں۔ چمٹنا تو وہ ہے کہ نابالغ بچہ جب ڈر جاتا ہے کسی بری شے سے وہ باپ کو استاد کو یا کسی بڑے کو جا کر چمٹ جاتا ہے اور جو بڑا ہوتا ہے بالغ ہوتا ہے اس سے وہ فریاد کرتا ہے کہ اس کے شر سے مجھے بچاؤ۔ دونوں معنی ہو سکتے ہیں، اللہ سے میں چمٹتا ہوں یا فریاد کرتا ہوں کس سے؟ شیطان مردود سے۔ شیطان تو اس قابل نہیں ہے کہ اس سے پناہ مانگی جائے یا اس سے ڈرا جائے، یا وہ کوئی بری چیز نہیں ہے، کیونکہ وہ بہت عرصے جنت میں فرشتوں کے ساتھ رہا۔ اس لیے بذاتہٖ وہ بری چیز نہیں تھا بلکہ من الشیطان الرّجیم میں شر کا لفظ محذوف ہے۔ من شر الشیطان الرجیم یعنی شیطان کے شر سے جو شر اس سے بعد میں ظاہر ہوا اس شر سے میں پناہ مانگتا ہوں۔ نفس شیطان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ اس لیے کہ جس قدرت سے شیطان بنا ہے یہ وہی قدرت ہے جس سے ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام بنے ہیں۔ ایک ہی قدرت کے دونوں نتیجے ہیں۔ جہاں تک قدرت کا تعلق ہے دونوں کے دونوں ہی ایک قدرت سے بنے ہیں اس لئے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ خرابی اس کے شر میں ہے اور وہ شر کیا ہے؟

جس وقت یہ حکم ہوا وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (البقرة ۳۴) اور جب کہا ہم نے فرشتوں سے سجدہ کرو آدم کو فَسَجَدُوْٓا پس سب نے سجدہ کیا، اِلَّآ اِبْلِیْسَ بجز ابلیس کے لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ (الاعراف ۱۱) وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہیں تھا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ۔ (اعراف ۱۲) اللہ تعالےٰ نے فرمایا تجھے کس چیز نے منع کیا سجدہ

Marfat.com

کرنے سے میرے امر کے بعد قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۔ (اعراف ۱۲) شیطان نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں اور اپنے اس دعوے کے ثبوت میں یہ کہا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور ـــــــ یہ مقدمہ یہاں محذوف ہے کہ آگ بہتر ہے مٹی سے، اور بہتر سے جو چیز بنائی جائے گی وہ بہتر ہوگی اُس شئے سے جو بدتر سے بنائی جائے۔ چونکہ میں آگ سے بنا ہوں اور آدم مٹی سے بنا ہے اس لئے میں آدم سے بہتر ہوں۔ یہ مقدمہ یہاں مذکور نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا ـــــ کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے یہ کہا کہ کوئی شئے مانع نہیں ہے۔ پھر بتا کس وجہ سے تو نے سجدہ نہیں کیا۔

شیطان نے کہا درحقیقت یہ امر جو ہُوا ہے یہ لاقانونی ہے، خلافِ قانون ہے۔ قاعدہ تو یہ تھا کہ میں بہتر تھا مجھ کو سجدہ کرایا جاتا۔ یہ بدتر تھا یہ ساجد ہوتا اور اس نے اپنے بہتر ہونے کی یہ دلیل بیان کی کہ میرا مادّہ اس کے مادّہ سے بہتر ہے۔

چونکہ یہ دلیل غلط تھی کہ اس نے استدلال کیا اپنے مادہ کی خوبی سے اپنی خوبی پر۔ یہ ہے اس کی شیطنت، یہ ہے اس کا شر۔

اللہ نے جواب دیا کوئی شئے مانع نہیں ہے۔ دِقت اس میں کیا تھی؟ اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ یہ جتنے محاسن ہیں اور حسن ہیں یہ سب اشیاء کی صفتیں ہیں، فلاں شئے اچھی ہے، فلاں بری ہے۔ چیزوں کی اچھائی اور بُرائی، اچھے اور بُروں کی خصلتوں کی صفت ہے اور یہ جتنے واقعات ہیں جتنے حقائق ہیں یہ سب اللہ تبارک وتعالےٰ کے افعال ہیں۔ اللہ ان کا فاعل ہے اور یہ آیات جو ہیں الٓمّٓ ذَالِکَ الْکِتَابُ سے وَالنَّاسُ تک۔ یہ اللہ تعالےٰ کے اقوال ہیں۔ یہ زمین اور آسمان، سورج، چاند وغیرہ یہ سب اشیاء ہیں۔ یہ سب اس کے افعال

Marfat.com

ہیں، تو شیطان نے قولِ الٰہی کو فعلِ الٰہی کے تابع کر دیا کہ جو فعل اچھا ہو اس کے ماتحت حکم اور قول ہونا چاہیئے۔ یہاں معاملہ الٹا ہو گیا۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر۔ اس حکم کو اس نے نہیں مانا، اور یہ کہا کہ چونکہ یہ حکم بے قاعدہ ہے۔ قاعدہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ جو اچھی چیز ہے اسے سجدہ کیا جائے اور جو بُری چیز ہے وہ سجدہ کرنے والوں میں ہو۔ یہ بات شیطان نے بیان کی تو اُس نے کیا کیا؟ اس نے یہ کیا کہ قولِ الٰہی کو فعلِ الٰہی کے تابع کر دیا، وہ جو اللہ تعالےٰ کا قول تھا کہ سجدہ کرو آدم کو۔ اس حکم کو اس نے تابع کر دیا، حقائق کے واقعات کے جو فعلِ الٰہی ہیں، اسی غلطی کا نام شیطنت ہے۔ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ (البقرہ ۲/۳۴) یوں وہ کافروں میں سے ہوا۔ پہلے وہ ملائکہ میں شامل تھا، سجدہ کے حکم میں بھی شامل رہا۔ جنت میں بھی شامل رہا اور جو ملائکہ کی حالت تھی وہ اس کی بھی حالت تھی۔ اس کی شیطنت اور اس کا شر یہ ہوا کہ اس نے قول (امر) الٰہی کو فعلِ الٰہی کے تابع کر دیا۔ یہ غلطی ہوئی ہے اس سے اور یہی غلطی تمام حکماء کو اور تمام عقلاء کو اس نے سکھائی ہے۔ جس سے فلسفہ بنا ہے۔ درحقیقت فلسفیت جو ہے اصل میں شیطنت ہے کیونکہ یہ جتنے بھی احکام علوم ہیں یہ عقل کے ماتحت ہیں عقل کے ماتحت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ واقعات کے ماتحت ہیں واقعات کیا ہیں یہ افعالِ الٰہی ہیں جن کے تابع قولِ الٰہی کو کر دیا۔ یہی تعلیم اس نے اپنے تمام متبعین کو دی ہے اور جتنے بھی مذاہبِ باطلہ ہیں سب اسی سے بنے ہیں کوئی باطل مذہب ایسا نہیں ہے کہ شیطان کے ان خیالات سے بچا ہوا ہو بلکہ انہی سے بنا ہے۔

اب آپ غور کریں اور اس کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اس میں غلطی کیا ہے یہاں اس نے گفتگو استدلالی نہیں کی۔ اس کے مقدمات جو تھے وہ سب مشکوک ہیں۔ اگر ان کو حق تسلیم کر لیا جائے تب بھی وہ غلط ہیں۔ پہلی بات اس نے یہ کہی

Marfat.com

ہے کہ مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ دوسری یہ کہ آگ بہتر ہے مٹی سے۔ یہ مقدمہ یہاں مذکور نہیں ہے، یہ مقدمہ مشکوک ہے اور غلط ہے۔ اس نے اس پر استدلال کیا کہ آگ کا حیز الطبعی جو ہے وہ اوپر ہے، خفیف ہے، ہلکی چیز ہے مٹی مرکز میں ہے بھاری چیز ہے۔ خفیف ثقیل اور بھاری چیز سے افضل ہوتی ہے۔ یہ دونوں مقدمے مشکوک ہیں صحیح نہیں ہیں۔ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ اَلنَّارُ ط (الحج ۲۲/۷۲) آگ کو فرمایا کہ بدترین چیز ہے۔ اس نے آگ کو بہتر سمجھا، ان تمام مقدمات میں گفتگو نہیں کی جا رہی ہے۔ یہ اگر صحیح بھی ہوں تب بھی یہ استدلال غلط ہے۔ کیا خرابی ہے اس کے اندر؟ کہ اس قولِ الٰہی کو فعلِ الٰہی کے تابع کر دیا۔ یہ غلطی ہوئی ہے کہ فعل کے تابع حکم ہونا چاہیئے یعنی حسن و قبح کے ماتحت احکام ہونے چاہئیں۔ نماز میں حسن ہے تو اس کے ماتحت حکم ہونا چاہیئے۔ نماز پڑھو۔ جھوٹ بولنے میں عیب ہے، نقص ہے۔ اس کے ماتحت حکم ہونا چاہیئے۔ جھوٹ نہ بولو۔ یہ بات نہیں ہے۔ کسی خوبی کی بنا پر نماز کا حکم نہیں ہوا ہے۔ کسی برائی کی بنا پر جھوٹ کی ممانعت نہیں ہوئی۔ کسی حسن کے ماتحت کوئی امر نہیں ہوا ہے اور کسی قباحت کے ماتحت کوئی نہی اور ممانعت نہیں ہوئی ہے بلکہ اگر ایسا ہوگا تو قدرت الٰہیہ یعنی حکمِ الٰہی جو ہے وہ تابع ہو جائے گا مادہ کے، اور یہ نقصِ عظیم ہے، قدرت کے منافی ہے۔ اس لیئے ایسا نہیں ہو سکتا، وہ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے حکم دے، پس جو حکم دے دے وہ اچھا ہے۔ جس شئے کا حکم دے وہ اچھی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جو اچھی شئے ہو اس کا حکم دے۔ جس شئے کو منع کرے وہ بری ہے جیسے چوری ہے، جھوٹ ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ جتنی چیزیں ہیں ان کی برائی کی بنا پر ممانعت نہیں ہے بلکہ بعض جگہ یہ چیزیں جو ہیں حسن قرار دے دی ہیں۔ جھوٹ کی برائی کی بنا پر جھوٹ کی ممانعت نہیں ہے بلکہ جھوٹ کی ممانعت کی بنا پر جھوٹ کی بُرائی ہے۔ جیسے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن گھیر لے، کسی مکان میں وہ جا کر چھپ جائیں اور لوگ سچ بول دیں کہ ہمارے یہاں نبی چھپے ہوئے

Marfat.com

ہیں۔ دشمن اگر گرفتار کر لیں تو ایسا صادق القول شخص ـــــــ فرعون اور ابو جہل سے بھی بدتر ہے، جو سچ بول کے نبیؐ کو پکڑا دے۔ اس سے پتہ چل گیا کہ خود جھوٹ میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ منع نہ کرتا تو کوئی بات نہ تھی اس کے منع کرنے سے بُرا ہوا کسی چیز میں بھی کوئی خرابی نہیں تھی جس شے کا نام اُس نے خراب رکھ دیا وہ خراب ہو گئی، جس کا نام اچھا رکھ دیا وہ اچھی ہو گئی۔ اللہ تبارک و تعالےٰ کوئی بات سچی اور حق اور اچھی نہیں کہتا، اللہ تعالےٰ اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سمجھ گئے آپ۔ اللہ تعالےٰ جو بات کہتا ہے اس کے کہتے ہی وہ سچ ہو جاتی ہے، وہ سچ نہیں کہتا۔ پہلے سے کوئی شے سچی نہیں ہوا کرتی جس کے ماتحت اس کا قول ہو، بلکہ قولہُ الحق۔ ادھر اس نے کہہ دیا ہو جا۔ بس وہ ہو جاتی ہے۔ اس نے لکڑی کو کہہ دیا کہ اژدھا بن جا، اژدھا بن گئی۔ یہ واقعہ کے خلاف بات ہوئی۔ اُس نے آگ کو کہا ٹھنڈی ہو جا، وہ ٹھنڈی ہو گئی۔ جو بات وہ کہتا ہے وہ قطعی سچی ہے۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ سچی بات پہلے سے ہو اور اس کے ماتحت اس کا قول ہو بلکہ قولہ الحق۔ اس کا قول ہی حق ہے یہی حال رسولؐ اللہ کا ہے۔ دونوں ایک ہی لائنیں ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول کا جو قول ہے۔ یہ نہیں ہے کہ پہلے سے کچھ سچ۔ کچھ حقانیت موجود ہو۔ اس میں سے اٹھا کر وہ پیش کر دیتے ہوں۔ نہیں بلکہ جو وہ پیش کر دیتے ہیں وہ حق ہو جاتا ہے ادھر کہا اور ادھر وہ حق بنا۔

سچ اس کو کہتے ہیں جو واقعہ کے مطابق ہو۔ اس مطابقت کا نام سچ ہے، اور وہ بات سچی کہلاتی ہے۔ واقعہ کسے کہتے ہیں۔ یہ اشیاء، یہ کائنات یہی حقائق ہیں ـ حکایت کا واقعہ کے مطابق ہونا۔ اس مطابقت ہی کا نام سچ ہے۔ گویا سچ واقعات کے تابع ہو گیا۔ تو یہ ہمارے یہاں رائج ہے۔ مکلفین میں، انسانوں میں، ملائکہ میں، جنوں میں مخلوقات میں، خدا کے ہاں یہ رائج نہیں ہے کہ اس کا قول ـــــــ واقعات کے تابع ہو۔ بلکہ واقعات اس کے قول کے تابع ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسین ۳۶ ۸۲)

اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی شئے کو بنانا چاہتا ہے۔ شیئیت اور حقیقت دینی چاہتا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے اس شئے سے کہ ہو، مجرد اس کے کہتے ہی کہ ہو، وہ ہو جاتی ہے۔ تو واقعیت ہمیشہ اس کے قول کے تابع رہی ہے۔ اس کا قول کبھی واقع کے تابع نہیں رہا۔

شیطان اس اصول کو نہیں سمجھا کہ افعال ہمیشہ قول "کن" کے تابع رہے ہیں۔ اس کا قول ـــــ وہ کیسے واقعات کے تابع ہوگا۔ واقعات اور حقائق کتنے ہی حسن ہوں ـــــ کتنے ہی حسین ہوں، ہمیشہ وہ تابع رہے ہیں، اس کے قول کے، اس کا قول تابع نہیں رہا قول علت ہے مخلوقات کی، یعنی قول "کُن"، جو ہے وہ مخلوقات کی علت ہے۔ وہ مقدم ہے واقعات سے اِس لئے مقدم مؤخر کے تابع ہو نہیں سکتا، مؤخر مقدم کے تابع ہوگا فعل مؤخر ہے قول مقدم ہے، شیطان اس بات کو نہیں سمجھا، ہزاروں برس ہو گئے تھے اتنی مدت میں بھی اسکی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔ یہی ناسمجھی کی باتیں تمام حکماء اور عقلاء کو اس نے سکھائیں اور جو اس علم سے اچھی طرح واقف نہیں تھے ان پر ان کی دھونس جم گئی، وہ تمام ان سے دبنے لگے، حقیقت یہ ہے کہ یہ کچھ نہیں جانتے، میں نے آپ کو بتا دیا کہ شیطنت کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ شیطنت اور فلسفہ ایک ہی چیز ہے اور فلسفہ کے جو تفصیلی علوم ہیں ان سب کے متعلق ہماری پوری رائے یہ ہے اور ہمیں اس کا تجربہ ہے۔ اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو حق ہو، سب دھوکا اور گمراہی ہے اور وہی شیطنت ہے۔

خدا نے کہا کہ جب میں نے حکم دیا تو میرے امر کے بعد کون مانع ہو سکتا ہے کیونکہ جس شئے کو امر کیا ہے، وہ خود امتثالِ امر میں مشغول ہے۔ ہر شئے کو حکم دیا، ہر شئے امتثالِ امر میں مشغول ہے، ہر شئے سے وہ کہہ رہا ہے کہ ہو "کن"، خطاب کر رہا ہے، ہر شئے خطاب کے سننے میں اور واقعیت کے حاصل کرنے میں مشغول ہے۔ اس خطاب کا سننا ہی واقعیت ہے اس واقعیت کے حاصل کرنے میں سب مشغول ہیں۔ وہ اپنے آپ سے تو مدافعت

Marfat.com

کر نہیں سکتیں وہ دوسرے کی کیا مدافعت کریں گی، وہ کیا مانع ہوں گی، اس نے کہا مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ (اعراف ۱۲) جب میں نے حکم دے دیا تو کون مانع ہو سکتا ہے، یہ جتنی چیزیں ہیں۔ یہ خود امتثالِ امر کر رہی ہیں، یہ اپنے آپ نہیں روک سکتیں، تجھے کیا روکیں گی۔ تو یہ شیطان کا شر ہے۔ اپنی رائے کے تابع ہونا۔ جیسا کہ عوام جو ہیں یہ فرمایا کرتے ہیں کہ ہم بھی ایک رائے رکھتے ہیں۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ کچھ تھوڑا سا شر شیطنت کا ان کے قلب کے اندر ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ میں رائے رکھتا ہوں۔ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الفرقان ۴۳/۲۵) بھلا دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے اپنی رائے کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اپنی ہوا کو، اپنی خواہش کو، رائے جو ہے معبودِ باطل ہے۔ جھوٹی چیز ہے وہ انبیاء علیہم السلام اسی چیز کی تبلیغ کرنے آئے ہیں۔ اعمال بعد کی چیز ہے۔ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ معبودِ برحق ایک ہی ہے، اور یہ جو معبود باطل ہے "رائے"، اصل بڑا بت یہ ہے۔ پتھر کے بت کو بہت جلدی سمجھ لیتا ہے کہ یہ اس قابل نہیں ہے کہ شریکِ باری تعالےٰ ہو۔ اصل میں جو جھگڑا کرنے والی چیز ہے وہ "رائے" ہے کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی، مجھے اس سے اختلاف ہے۔ ایسا کیوں کہا۔؟"

اس نے کہا اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ (المنٰفقون ۱/۶۳) جو بھی منافق تیرے پاس آئے۔ کہنے لگے ہم شاہد ہیں اس بات کے کہ البتہ تو اس وقت اللہ کا رسول ہے۔ یہ بات صحیح کہی انہوں نے۔ تھے رسول حق بات تھی یہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ (المنفقون ۱/۶۳) اللہ نے تصدیق کر دی کہ بے شک اللہ جانتا ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔ خدا اس بات کا شاہد ہے کہ یہ منافق جو یہ بات کہہ رہے ہیں، جھوٹے ہیں۔ ان کی سچ کو میں تسلیم نہیں کرتا اور میں نے ان کی سچ کا نام جھوٹ رکھا۔ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس ۹۰/۱۰) جب فرعون غرق ہونے لگا کہنے لگا کہ میں ایمان لایا اس معبود پر اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور جو بنی اسرائیل کا

Marfat.com

معبود ہے۔ یہ بات سچی کہی اس نے! ایمان صحیح لایا تھا وہ اللہ نے کہا میں تسلیم نہیں کرتا ایمان کو، تو اگر وہ ایمان کو تسلیم نہیں کرے، وہ ایمان نہیں۔ ایمان وہ ہے جسے وہ تسلیم کرے۔ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (لیسین ۳۶/۵۲) یہی تو ہے وہ دن جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور تمام رسول سچے تھے۔ اب قبروں سے اٹھ کر کافر یہ کہیں گے۔ یہ بات قطعی سچی ہے لیکن یہ کہتے ہی سیدھے جہنم میں چلے جائیں گے۔ جہنم جو ہے وہ دار المصدقین ہو گیا گویا اس نے کہا میں ان کی تصدیق کو تسلیم نہیں کرتا یہ جو میری تصدیق کرتے ہیں۔ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (المومن ۴۰/۸۵) یہ جب میرا عذاب دیکھ لیں گے تو ان کا ایمان ان کو نفع نہیں دے گا۔ ایمان وہ جسے میں ایمان کہوں۔ فسق وہ ہے جسے میں فسق کہوں، کذب وہ ہے جسے میں کذب کہوں۔ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ (یوسف ۱۲/۷۰) یوسف علیہ السلام نے ایک برتن اپنے بھائی کے سامان میں چھپا دیا تھا۔ یہ کذب نہیں بلکہ بہتان ہے۔ کذب سے بھی بدتر فعل ہے۔ خود فعل کرنا اور بھائیوں کی طرف منسوب کرنا سخت بہتان ہوا؟ جو انہوں نے بھائیوں پر لگایا۔ یہ کذب کا بھی باوا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ (یوسف ۱۲/۷۶) یہ مکر کرنا میں نے یوسف کو سکھایا تھا۔ وہاں فعلِ نبوت ہوا۔ بس جس کو میں سچ کہہ دوں وہ سچ ہے۔ جسے میں کذب کہہ دوں وہ کذب ہے۔ منافق سچی تصدیق کر رہے ہیں تو وہ کہہ رہا ہے تم جھوٹے ہو۔ نبی بہتان کا فعل کر رہا ہے تو وہ کہتا ہے میری مہربانی ہے کہ میں نے یہ مکر اس کو سکھا دیا۔ تو اللہ جو چاہے سو کہے اور جو چاہے سو کرے۔ اس بات کو شیطان نہیں سمجھا۔ کیونکہ وہ خدا ہی کیا رہا کہ جو کسی ضابطہ کے ماتحت ہو گیا۔ ضابطہ جب گھیر لے گا تو مضبوط و مجبور بن جائے گا، وہ محصور ہو جائے گا، وہ حاضر ہے، تمام مخلوقات کو وہ خود گھیرے ہوئے ہے کوئی شئے اس کو گھیر نہیں سکتی۔ شیطان اس کو گھیرے میں لانا چاہتا تھا۔ یہ شیطنت ہے۔

یہ محفلِ میلاد شریف ہے لیکن پہلے چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تعریف کرنا مقصود تھی اس لئے ہم نے خداوند تعالیٰ کی تعریف کرنا شروع کی اور وہ بغیر اعوذ اور بسم اللہ کے نہیں ہو سکتی تھی۔

Marfat.com

اس لئے میں نے اعوذ باللہ کے متعلق کچھ بیان کر دیا۔ اب بسم اللہ کے متعلق بیان کرتا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس کے معنی ہیں اللہ رحمٰن۔ رحیم کے نام سے۔ یہ اس کا ترجمہ ہے۔ یہ فقرہ پورا نہیں ہے۔ شروع، آغاز، ابتدا، اللہ، رحمٰن، رحیم کے نام سے ہے۔ ابتدا محذوف ہے یہاں۔ میں ابتدا کرتا ہوں اللہ، رحمٰن، رحیم کے نام سے یا میں شروع کرتا ہوں اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے یا شروع رحمٰن رحیم کے نام سے ہے یا ابتدا اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے ہے۔

اب یہاں غور کرنا چاہیئے کہ ابتدا جو ہے۔ ہر شئے کی ابتدا۔ اللہ۔ رحمٰن۔ رحیم کے نام سے ہے۔ اللہ رحمٰن رحیم کی ذات سے ابتدا نہیں ہے۔ جیسے یہ روشنی فرش پر پڑ رہی ہے۔ اس کی ابتدا کس سے ہے۔ سورج سے سورج میں جو روشنی ہے۔ اس کی ذات سے ہے۔ جونہی اس کی ذات یہاں متحقق ہو گی۔ ویسے ہی یہ روشنی یہاں متحقق ہو جائے گی۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے ابتدا ہوئی تو جس وقت سے اللہ تبارک و تعالےٰ ہے اسی وقت سے یہ ہر شئے موجود ہو جاتی۔ ہمارا اور کائنات کا وجود خدا کی ذات سے وابستہ نہیں ہے۔ یاد رکھو یہ انہیں دھوکوں میں سے ایک دھوکا ہے۔ جو شیطان نے دیئے ہیں۔ انہیں دھوکوں میں سے ایک کی یہ قسم ہے۔ جس میں بڑے بڑے جلیل القدر عقلا رمبتلا ہوئے۔ اساتین حکمت، فیثا غورث، سقراط، افلاطون ہیں جلیل القدر حکما اور سب اسی گمراہی میں مبتلا ہوئے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذات کا یہ کائنات نتیجہ ہے۔ یہ غلط ہے ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ذات سے ہوگا تو جب سے وہ شئے ہو گی جس کا یہ اثر ہے اسی وقت سے یہ اثر ہو گا۔ یہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالےٰ تھا اور کوئی شئے نہیں تھی۔ عالم نہیں تھا، تو معلوم ہو گیا کہ خدا کی ذات کا یہ نتیجہ نہیں ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ خدا لا ابتدا ہے۔ لا ابتدا سے ابتدا کیسے ہو سکتی ہے۔ مخلوق میں ابتدار کی صلاحیت نہیں۔ کیونکہ جس جگہ سے آپ شروع کریں گے یہاں اس سے قبل جو ہو گی کوئی شئے موجود ہو گی یا اگر معدوم ہو گی تو اس شئے کا عدم اس پر مقدم ہو گا۔ کائنات

Marfat.com

میں سلسلہ کہیں تک لے جائیں۔ جس جگہ سے وہ شروع ہو گا۔ اس کی ابتدا میں سے قبل ضرور ہو گی۔ اس لئے اس میں تو قابلیت ہی نہیں ابتدا کی۔ اور خدا میں یوں ابتدا کی قابلیت نہیں کہ وہ لا ابتداء ہے۔ تو اب ابتداء ہو تو کیسے ہو۔ کائنات کا وجود متحقق ہو تو کیسے ہو۔ تو اس نے کہا کہ یہ تدبیر کرو کہ ایک بین بین چیز نکالی، جو اسم ہے، جو اس کا اسمِ مبارک ہے۔ وہ کیا ہے؟ واحد اور احد۔ یہ اس مقدس وحدہٗ لاشریک کا اسم ہے۔ بغیر واحد کے کوئی شئے متحقق نہیں ہو سکتی یہ لکڑی جب تک ایک نہ ہو لے ہونے ہی کی نہیں۔ یہ ٹوپی جب تک یہ ایک نہ ہو پہلے اس کا وجود نہیں ہو سکتا، جہاں میں کہیں نہیں پائی جا سکتی۔ یعنی بغیر واحد کے وہ شئے ہو ہی نہیں سکتی۔ وجود ہو ہی نہیں سکتا بغیر وحدت کے۔ تو ہر شئے کے وجود کو وحدت گھیرے ہوئے ہے۔ گھیرے ہوئے نہیں بلکہ وہ عین ہے اس کا۔ حقیقت ہے اس کی۔ اس واحد کے بغیر وہ شئے متحقق نہیں ہونے کی۔ تو ہر شئے کی ابتداء اور وجود اور تحقق اسی واحد کے اسمِ مبارک یعنی واحد سے ہے۔

اور اس جہان میں کہیں بھی حقیقی واحد نہیں ہے۔ اصلی واحد وہی ہے۔ یہ ایک انگلی ہے، لیکن یہ حقیقی ایک نہیں ہے (یہ تین پوروں کا مجموعہ ہے) تو اگر انگلی اور ایک دونوں ایک ہوں تو جو ایک ہے وہ انگلی ہو جائے گا۔ یہ ایک ہے یہ لکڑی۔ تو یہ ایک لکڑی بھی بن جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حقیقی واحد نہیں ہے۔ وہ تین ہیں۔ ایک تو ایک۔ اور ایک وہ شئے جس کی طرف آپ ایک کا اشارہ کر رہے ہیں۔ یعنی انگلی اور ایک واحد اور انگلی کے درمیان جو علاقہ اور نسبت ہے تو جس شئے کو بھی آپ کہیں گے کہ یہ ایک ہے تو درحقیقت وہ تین ہوں گی۔ تو حقیقی واحد یہاں ہے ہی نہیں اور واحد ہونا ضرور چاہیئے، کیونکہ بغیر واحد کے کثرت ہو ہی نہیں سکتی تو لابُد واحد اس کائنات سے باہر ہے۔ وہی خالق ہے، ان تمام کثرتوں کا۔ وہی اس کائنات کا مالک و خالق اور ربّ ہے۔ اسی کے اسمِ مبارک کی برکت ہے کہ یہ کائنات کا وجود ہو گیا۔ وہ نہ ہوتا تو یہ نہیں ہوتی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔
(سورۃ فاتحہ)

Marfat.com

اَلْحَمْدُ میں جو یہ اَلْ ہے۔ اس کو لامِ تعریف کہتے ہیں۔ حمد کے چار معنی ہیں۔ ایک معنی جنس کے لئے آتے ہیں۔ ایک معنی عام افراد کے لئے آتے ہیں۔ ایک معنی بعض بعض معین فرد کے لئے آتے ہیں۔ ایک معنی بعض غیر معین فرد کے لئے آتے ہیں۔ حمد کی جنس اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ ہر ہر حمد کا فرد اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ حمد کا فردِ معین اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ حمد کا غیر معین فرد اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ وہ معمولی چیز ہے۔ ایسا اسے سمجھنا بھی نہیں چاہیئے۔ کیونکہ خدا کی بڑائی اس میں ہے کہ جو حمد ہے وہ اس کے لئے ہے۔ تمام جتنی حمد ہو رہی ہے کل کی کل اس کے لئے ہے۔ یا حمد کا معین فرد۔ خاص ہو۔ وہ اللہ کے لئے ہے۔ وہ کون سا فرد ہے، وہ وہ ہے کہ جس کو وہ خود کہہ رہا ہے، وہ اپنی تعریف خود کر رہا ہے۔ وہ حمد ہوئی۔ یہ فردِ معین ہے۔ یہ اللہ کے لئے اور باقی غیر اللہ، جتنی حمدیں کر رہے ہیں وہ سب کچھ بھی اللہ کے لئے خاص ہیں۔ اس نے کہا کہ ہر حیثیت سے حمد اس کے لئے ہے۔

یہاں اللہ تعالےٰ نے پانچ لفظ بولے ہیں اللہ، رب العٰلمین، رحمٰن، رحیم۔ مالک یوم الدین۔ یہ کہا کہ تمام جہانوں میں تعریف کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں وہ پانچ طریقہ سے ہو سکتی ہیں۔ یا تو اس شئے کی ذات میں کچھ خوبی ہے۔ ذاتی خوبی یعنی کمالات کی بنا پر تعریف ہوا کرتی ہے بصورت شکل اچھی ہے۔ جسم میں توازن ہے، تناسب ہے وغیرہ وغیرہ۔ علم ہے عمل صالح ہے جو بھی نیکیاں، خوبیاں، ذاتی خوبیوں کی بنا پر۔ آپ تعریف کریں گے حافظ ہے، عالم ہے وغیرہ، ذاتی کمالات کی بنا پر تعریف ہوتی ہے۔

یا احسان کی بنا پر تعریف ہوتی ہے۔ آپ کے ساتھ کسی شخص نے کچھ بھلائی کی اسکی تعریف کی جائے گی۔ بالفعل کسی شخص نے احسان کیا اور فائدہ پہنچ رہا ہے آپ اس کی تعریف کریں گے یا بالفعل کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔ آئندہ فائدہ پہنچنے کی امید ہے تو آپ ابھی سے اس کی تعریف شروع کر دیں گے۔ بالفعل نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے تو تعریف کرتے ہیں تاکہ اس کے نقصان سے بچیں۔ آئندہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ نقصان پہنچنے کے اندیشے سے آپ

Marfat.com

تعریف کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ تو اس نے کہا کہ اگر تم ذاتی حسن کی بنا پر تعریف کرتے ہو اور تعریف ہونی چاہیئے تو میں اللہ ہوں، اور اگر احسان کی بنا پر تعریف ہوا کرتی ہے تو میں رب العالمین ہوں تمام جہانوں پر احسان کر رہا ہوں۔ بالفعل تمام چیزوں پر میرا احسان ہے اور اگر آئندہ فائدہ اور احسان کی توقع ہے تو میں رحمٰن ہوں، اور اگر بالفعل نقصان سے بچنے کی بنا پر تعریف کی جاتی ہے تو رحیم ہوں اور اگر آئندہ نقصان سے بچنے کے لئے تعریف کی جاتی ہے تو میں آئندہ کا یعنی روز جزا کا مالک ہوں۔ مَالِکِ یوم الدِّیْن۔ بس یہ پانچ ہی طریقے ہو سکتے تھے۔ اُس نے پانچوں نام لے لئے کہ میں ہر حثیت سے مستحق حمد ہوں۔

اللہ کیا چیز ہے۔ لفظ اللہ عربی زبان میں کس معنی کے لئے بنایا گیا۔ یہ لکڑی ہے آپ لکڑی کا لفظ بولتے ہیں۔ کرسی کا لفظ بولتے ہیں۔ آسمان کا لفظ بولتے ہیں۔ اللہ کا لفظ بول کر کیا چیز سمجھی جاتی ہے۔ وہ ایسی شئے ہے جس سے دو۲ حقیقتیں مقتضی ہوتی ہیں۔ ایک کا نام حسن ہے۔ ایک کا نام کمال ہے۔ حسن اور کمال کی جامعیت کا نام اللہ ہے۔ کمال اور حسن ان دونوں کے مجموعے کا نام اللہ ہے آپ کمال اور حسن حقیقی ان دونوں لفظوں کے معنی سمجھ لیں۔ حسن کہتے طبیعت کی مناسبت کو۔ حسین وہ ہے جو آپ کی طبیعت کے مناسب ہے۔ تناسبِ اعضاء کی ضرورت نہیں۔ دوسرے کا بچہ کتنا ہی خوبصورت ہو اور اپنا کیسا ہی چیچک زدہ ہو، ناک بہ رہی ہو۔ مگر طبیعت کے مناسب ہے اس کو گلے سے لگائے گا دوسرے کے خوبصورت بچے کو دھکیل دے گا، کیونکہ دوسرے کے بچے کو طبیعت سے وہ مناسبت نہیں ہے۔

طبیعت کے حقیقی تناسب کے معنی یہ ہیں کہ کسی وقت بھی غیر مناسب نہ ہو۔ وہ اصل حسن ہوا۔ اسی طرح کمال کے معنی میں بڑائی حقیقی بڑائی وہ ہے جس بڑائی میں اضافہ نہ ہو سکے جیسے یہ پنڈال بہت بڑا ہے لیکن اس سے بڑا ہو سکتا ہے تو حقیقت میں یہ بڑا نہیں ہوا۔ ہر وہ بڑا کہ جس پر اضافہ ہو سکے وہ حقیقی بڑا نہیں حقیقی بڑا وہ ہے جس پر اضافہ نہ ہو سکے۔

Marfat.com

اس کے لئے اردو میں کہتے ہیں بڑے سے بڑا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ ایں حسن حقیقی ہے۔ یعنی ایسی مناسبت ہے کہ اس مناسبت میں کسی وقت بھی غیر مناسبت نہیں ہونے کی۔ دیکھئے آپ کے یہاں مناسب چیزیں کیا ہیں۔ کھانا ہے، لذیذ کھانا طبیعت کے مناسب ہے۔ پیٹ بھرنے کے بعد اس سے بہتر غذا بھی آجائے گی۔ نہیں کھانے کے، عمدہ لباس، عمدہ مکان، ہر چیز کو آپ دیکھ لیجئے۔ کچھ مدت کے بعد وہ غیر مناسب ہو جاتی ہے۔ سب سے زیادہ مناسب بیٹا ہے۔ بیٹے سے زیادہ کوئی شئے مناسب نہیں ہے۔ بیوی ہے، بیٹا ہے، محبوبہ ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ بیوی کو طلاق دیتا ہے۔ بیٹے کو قتل کر دیتا ہے یا عاق کر دیتا ہے۔ ذرا سی تکلیف پاتے ہی بیوی کو چھوڑ دیتا ہے، بیٹے کو چھوڑ دیتا ہے۔ عشق کو بھول جاتا ہے لیکن یہ دن رات کساد بازاری ہو رہی ہے، لوگوں کو روٹی نہیں مل رہی، طوفان چلے آرہے ہیں محنت کرتے کرتے مرا جا رہا ہے۔ ہیضہ پھیل رہا ہے چوبیس گھنٹے بلائیں بھیج رہا ہے سارے عالم میں دیکھئے اتنی مصیبتیں اللہ تبارک وتعالیٰ نازل کر رہا ہے۔ خیال میں یہ بات بھی نہیں آئی کہ وہ ہر سال ہمارے اوپر مصیبتیں بھیجتا ہے چلو اس کے متعلق سب مل کر سازش کریں۔ یہ خیال کبھی نہیں آتا، الٹا اسی سے فریاد کر رہا ہے۔ سمجھتے ہوئے فریاد کر رہا ہے دکھ پہنچتے ہوئے فریاد کر رہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس سے زیادہ طبیعت کے مناسب کوئی ذات نہیں ہے۔ (پڑھیں اپنے رب کی تحمید۔ الحمد اللہ) ہر وقت جان نکل رہی ہے۔ گلا کٹ رہا ہے۔ کینسر ہو رہا ہے۔ کسی وقت بھی خدا کو برا نہیں کہتا، حتیٰ کہ مرجاتا ہے یہ نہیں کہتا کہ کیا ظلم ہے، تو دکھ پہنچنے کے وقت بھی وہ اتنا طبیعت کے مناسب ہے کہ الٹا اسی سے فریاد کر رہا ہے۔ کوئی آپ کو تھپیڑ مارے تو آپ کہیں گے کہ ہماری مدد کرنا، اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ وہ برابر طمانچے مار رہا ہے، چھڑیاں مار رہا ہے۔ طاعون بھیج رہا ہے۔ ہیضہ بھیج رہا ہے۔ کساد بازاری بھیج رہا ہے۔ دنیا بھر کی تکلیفیں، مصیبتیں نازل کر رہا ہے اور مصیبت کے وقت یہ کہتا ہے کہ تو ارحم الراحمین ہے۔ ہمارے اوپر رحم کر، طبیعت کے مناسب کوئی ذات سوائے اس کے

Marfat.com

نہیں ہے۔ لہذا حسن حقیقی وہی ہے۔ طبیعت کے مناسب وہی ہے۔

کمال حقیقی کیا چیز ہے، جو بڑے سے بڑا ہو۔ یہاں کوئی شئے اس جہان میں بڑی سے بڑی نہیں ملے گی۔ جو شئے ملے گی اس پر اضافہ ہو سکتا ہے اس پر اور بڑائی ہو سکتی ہے۔ آپ کے خیال میں بڑی سے بڑی کیا شئے ہے؟ زیادہ سے زیادہ دیکھیں گے تو وہ آسمان ہے۔ اس سے کوئی بڑی شئے نہیں ہے۔ سورج جو تقریباً زمین سے ۱۵۹ اگنا ہے جو مہندسین نے تحقیق کی ہے۔ وہ آسمان کے اندر ایک ٹکیہ سا معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ بھی بڑا نہیں ہے۔ آپ آسمان کی طرف نظر ڈال کر دیکھیں۔ آپ کی آنکھ سے جو شعاع نکل رہی ہے جو آسمان کی سطح تک پہنچ رہی ہے۔ اس کی مسافت کے مقدار سے یہ چھوٹا ہے۔ اگر بڑا ہوتا تو یہاں آنکھ تک آجاتا تو معلوم ہوا کہ حقیقی بڑے کی صلاحیت ہی اس جہان میں نہیں ہے، وہ اس جہان سے باہر ہے، وہ خالق ہے، سب بڑے اور چھوٹے کا تو حقیقت میں اللہ وہ ہے کہ جو حسن حقیقی ہے اور کمال حقیقی ہے۔

اللہ کی تعریف ہم نے پہلے کر دی، اپنے قیاس کے مطابق، اپنے شعور کے مطابق جو لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، وہ اس سے زیادہ بیان کریں گے اور یہ سلسلہ لا انتہا جائیگا کسی جگہ بھی نہیں ٹھہر سکتا اور حقیقی تعریف ہو نہیں سکے گی۔ حقیقی تعریف وہی ہے جو وہ خود کرے۔ کوئی نہیں کر سکتا، اس کی تعریف۔

پہلے تمہید آپ کے سامنے یہ بیان کر دوں کہ ایک تو ہے عقل کا علم جس کو عقلی علم کہتے ہیں یعنی وہ علم جو عقل سے حاصل ہو۔ مثلاً یہ مکان ہے۔ آپ کی عقل یہ بتا رہی ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ یہ عقلی چیز ہے یا ذرا سا دھواں آپ دیکھ لیں تو آپ کی عقل یہ بتلائے گی کہ یہ دھواں قرینہ ہے۔ اس کے ساتھ کوئی اور شئے مقرون ہے۔ جس کا نام آگ ہے۔ ہمیشہ آپ یاد رکھیں کہ عقلی علم کتنا ہی یقینی کیوں نہ ہو وہ حالی علم سے بہت کمزور ہوتا ہے۔ کسی شخص کو یہ علم ہو جائے کہ اسے کل یا تین دن کے بعد پھانسی ہوگی۔ اس کے بعد اس کا کھانا پینا بند ہو جاتا ہے اور بہت پریشانی ہوتی ہے اور آپ لوگوں کو بھی یقین ہے کہ موت آئے گی اور موت کا اس کو

Marfat.com

یقین ہے۔ لیکن آپ خوب سمجھ لیں کہ آپ کبھی بھی موت سے نہ بچ سکیں گے۔ اور وہ پھانسی کا حکم پانے کے بعد ممکن ہے بچ جائے اور پھانسی کے تختے پر نہ لٹکایا جائے تو یہ کتنا زبردست یقین ہے، جو آپ کو، مجھ کو اور سب کو ہے۔ لیکن یہ حالی نہیں ہے۔ سب جانتے ہیں کہ مریں گے۔ سب کو اپنی موت کا یقین ہے لیکن اس کو اپنی موت کا یقین حالی ہے۔ اور وہ یقین اس یقین سے کمزور ہے، کیونکہ امکان ہے ، اس میں بچنے کا، ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ بچ گیا۔ لیکن حالت میں تبدیلی ہے جو اس کی حالت ہے جو ہیبت موت کی اس پر طاری ہے وہ آپ پر نہیں ہے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تو یقین کافی نہ ہوا۔ علم حالی جو ہے وہ کم درجہ کا بھی، علم عقلی سے بہت قوی ہوتا ہے اور بہت قوی ہوتا ہے اور بہت بااثر ہوتا ہے، یہ جو لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں ہوتا! اس کی وجہ یہ ہے کہ علم حالی نہیں ہوا کرتا، وہ علم ظاہری اور عقلی ہوا کرتا ہے۔ یہاں سب کو معلوم ہے کہ پاکستان کا صدر فلاں ہے۔ ہر شخص کو یقین ہے لیکن شناخت ہر شخص کو نہیں ہے۔ بہت قلیل تعداد ہوگی جو صدر کو پہچان لے گی اور بہت بڑی اکثریت نہ پہچان سکے گی لیکن یقین سب کو ہے۔ شناخت نہیں کر سکے گی۔ یقین اور چیز ہے اور شناخت اور معرفت اور چیز ہے۔ اب ایک جماعت عارفوں کی نکلے گی جو عوام کے مقابلہ میں بہت قلیل ہوگی۔ صدر صاحب اگر کہیں موٹر میں جائیں تو جو جانتے ہوں گے پہچان لیں گے کہ صدر جا رہا ہے۔ لیکن علاقہ ان عارفین میں سے کسی کو بھی نہیں ہوگا تعلق کسی کو بھی نہیں ہوگا تو تعلق معرفت سے بھی بڑی اور اونچی چیز ہے۔ جیسے حجام ہے، روزانہ دس بجے صدر کی حجامت بناتا ہے۔ صدر کے پاس حجامت کے لئے نہ پہنچے تو صدر کو پریشانی ہوگی۔ کہیں گے تلاش کرو کیوں نہیں آیا؟ جب وہ آیا تو کہنے لگا کہ صاحب کیا کریں ہماری جھگی پر برابر والوں نے قبضہ کر لیا۔ مصیبت میں مبتلا ہیں تم کو حجامت کی پڑی ہے۔ ہم کیسے آتے؟ فوراً سپاہیوں کو بھیج کر کہے گا کہ جاؤ اس کی مدد کرو۔ امداد فوراً ہو جائے گی! اس حجام کا جو علاقہ ہے وہ بڑے بڑے وزیروں اور منسٹروں کو بھی نہیں ہے۔ یہ سب عرفا ہیں، تو یا ارباب یقین جو ہے وہ سارا پاکستان ہے۔ ارباب معرفت بھی جو ہیں وہ لاکھ دو لاکھ ہوں گے، لیکن ارباب تعلق

Marfat.com

چند ہی ہوں گے، تو تعلق سب سے قوی چیز ہے۔ اصل شئے تعلق ہے۔

دلائل سے یقین کا حاصل کر لینا، یہ دشوار چیز ہے۔ ہر شخص نہیں کر سکتا۔ اسی طرح معرفت بھی دشوار چیز ہے۔ ہر شخص نہیں کر سکتا، لیکن تعلق بہت آسان چیز ہے۔ شریعت میں جہاں پر بھی حکم ہوا ہے جو بھی حکم نازل ہوا ہے، خواہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہو یا عمل سے ہو۔ سب میں تعلق رکھا ہے، زیادہ زور علوم و فنون پر نہیں دیا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اتنے علوم و فنون نہیں جانتے تھے، جتنے سو یا دو سو برس بعد کے لوگ جانتے تھے۔ بعد کے دَور میں جتنے علوم و فنون کا زور تھا وہ اس زمانے میں نہیں تھا۔ نہ وہ فقہ جانتے تھے نہ اصول فقہ جانتے تھے، نہ کلام جانتے تھے نہ منطق جانتے تھے۔ نہ ہندسہ نہ فلسفہ کچھ نہیں جانتے تھے۔

ہم تو اُمّی لوگ ہیں، نہ ہم حساب جانیں نہ کتاب ——— تو اصل شئے تعلق نکلا، وہ تعلق جو ہوتا ہے، وہ مبدا ہوتا ہے، سبب ہوتا ہے اعتماد کا۔ غور کرو۔

سب سے زیادہ مہلک آلہ کیا ہے؟ چھرا ہے؟ تلوار ہے؟ نہیں بلکہ استرا ہے۔ استرے سے زیادہ تیز دھار کسی آلہ کی نہیں ہے اور سب سے زیادہ نازک مقام یہ شہ رگ ہے اس کے کٹنے کے بعد پھر نہیں بچتا۔ حجام کیا کرتا ہے۔ سب سے زیادہ مہلک آلہ کو سب سے زیادہ نازک جگہ پر رکھ دیتا ہے وہ کٹوا تا رہتا ہے۔ اس کو ذرہ برابر بھی خوف و ہراس نہیں ہوتا (اطمینان سے باتیں ہوتی رہتی ہیں) کتنا مہلک آلہ اور کتنے نازک مقام پر رکھا ہوا۔ کچھ بھی خوف و ہراس نہیں۔ کیا وجہ ہے اس کی۔ حجام سے پورا تعلق ہے اور صحیح اعتماد ہے کہ یہ گلا نہیں کاٹے گا۔

آپ کو جتنا حجام سے تعلق ہے اگر اتنا تعلق اپنے رب سے ہو جائے اور سارا عالم بھی مل کر تلوار رکھ دے تو کبھی خوف و ہراس نہیں ہونے کا، صحیح تعلق ہونا چاہیئے اور اتنے تعلق کے بعد یہاں کوئی ایسا نہیں ملے گا کہ جس کو اللہ سے اتنا تعلق ہو۔ جتنا کہ اس کو حجام سے ہے میرے علم میں ایک آدمی نہیں آیا۔ ساٹھ برس میں، اور جب ایسا ہوگا تو وہ بھی گھٹیا قسم کا مشرک ہوگا کہ اسکو اپنے رب پر اتنا اعتماد ہے جتنا کہ ایک حجام پر ہے۔ دوست ہیں۔ احباب ہیں، استاد

ہیں، پیر ہیں مرشد ہیں، ماں باپ، بھائی بہن ہیں، یہ تمام اعتماد کے لوگ ہیں۔ اگر اتنا اعتماد ہوجائے گا تو پھر کتنا شدید تعلق اپنے رب سے ہوگا۔ ادنیٰ تعلق کی یہ حالت ہے کہ استرا رکھوا لیتا ہے! اسی طرح تمام عالم تلواریں رکھ دے تو اللہ سے ادنیٰ تعلق کے بعد کبھی خوف و ہراس نہ ہو تو صحیح تعلق کے بعد آپ کچھ اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ کیا حالت ہوگی۔ اپنے رب سے صحیح تعلق ہونا چاہیئے۔

آپ سمجھ لیں کہ خدا سے تعلق کے صحیح معنی کیا ہیں؟ اس کے رسول ؐ سے تعلق ہی کا نام خدا سے تعلق ہے۔ خدا سے کوئی مستقل تعلق کسی کا نہیں ہوا کرتا۔ جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے خدا سے براہِ راست تعلق کا ان کے علم میں کمی تھی۔ وہ سمجھے نہیں تھے۔ خدا کی اطاعت کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ہیں۔ خدا کی رضا کے معنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا کے ہیں۔ خدا کے دکھ دینے کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھ دینے کے ہیں یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ۔ اللہ کو فریب دیتے ہیں۔ (معمولی ہشیار آدمی کو فریب دینا مشکل ہے) اللہ کیا فریب میں آئے گا۔ اس کے معنی ہیں اللہ کے رسول ؐ کو فریب دیتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (الاحزاب ۳۳/۵۷) کمزور کو دکھ دے لیں لیکن آپ کسی تگڑے آدمی کو دکھ نہیں دے سکتے۔ خدا کو کیا دکھ دیں گے۔ خدا کی ایذا کیا ہے، رسول ؐ کی ایذا۔ وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (توبہ ۹/۶۲) اللہ اور اللہ کا رسول ہی حقدار ہیں۔ زیادہ مستحق ہیں، اس بات کے کہ ان کو راضی کیا جائے، رسول ؐ کا راضی کرنا ہی خدا کا راضی کرنا ہے صرف ایک چیز میں فرق ہے۔ باقی کسی چیز میں فرق نہیں ہے۔ رسول ؐ کی عبادت تو خدا کی نہیں ہے۔ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (الکہف ۱۸/۱۱۰) رسول اللہ ؐ کی قبولیت جو ہے وہی اللہ کی قبولیت ہے۔ کوئی نماز پڑھ رہا ہے، اور رسول ؐ آواز دے تو فوراً نماز کو توڑا جائے گا۔ اور رسول ؐ کی آواز پر جایا جائے گا۔ خدا سے تعلق کے معنیٰ کیا ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور جس کو خدا کے رسول ؐ سے تعلق نہیں ہے اس کو خدا سے تعلق نہیں ہے۔

Marfat.com

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے تعلق ہو؟ اس تعلق کی تدبیر اور تصور کیا ہے؟ تعلق کی تدبیر وہی ہے جو یہاں دو اجنبی آدمیوں میں ایک دوسرے سے تعلق پیدا کر دیتی ہے۔ سب سے پہلی چیز تعلق پیدا کرنے کی یہ ہے کہ اگر میں آپ سے تعلق پیدا کرنا چاہتا ہوں، میں سب سے پہلے آپ سے جا کر کہوں گا۔ السلام علیکم! پہلے سلام کرتا ہوں، تعلق کی ابتدار، رسولؐ پر سلام بھیجنا ہے اور کوئی شئے نہیں ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ ایک بہت امیر کبیر آدمی موٹر میں جا رہا ہے۔ ایک غریب پان والے نے اسے جھک کر سلام کیا۔ اس نے دھیان بھی نہیں کیا، پھر جو ادھر سے گزرا پھر سلام کیا۔ پھر دھیان نہیں کیا۔ چند دفعہ کے بعد اس کی طرف دیکھا اور دیکھتا ہوا نکل گیا پھر اس کے بعد اس نے سلام کیا تو کچھ مسکرایا اور مسکراتا ہوا چلا گیا۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ وہ پان والا وہاں نہیں تھا۔ اس نے موٹر کو وہاں روکا اور پوچھا کہ ایک بڈھا یہاں بیٹھا رہتا تھا وہ کہاں ہے؟ جواب ملا، ابھی نماز کو گیا ہے ابھی آتا ہے۔ آپ سمجھے، ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہ پوچھنے لگتا ہے۔

نبیؐ پر درود و سلام جو ہے، یہ تعلق کی علت ہے۔ آپ بھی درود بھیجئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ (الاحزاب $\frac{33}{56}$)

بے شک اللہ اور اس کے تمام فرشتے، ملائکہ، ملک کی جمع ہے۔ جمع کا لفظ جب مضاف ہوا کرتا ہے تو عام ہو جاتا ہے۔ تو ملائکۃ کی طرف مضاف ہے، اس کے معنی ہوئے اس کے تمام فرشتے۔ یُصلّون یہ مضارع کا صیغہ ہے۔ حال اور مستقبل دونوں کے لئے آتا ہے۔ حال تو منقطع ہو جاتا ہے۔ جیسے ماضی منقطع ہو جاتا ہے حال سے۔ حال منقطع ہو جایا کرتا ہے مستقبل سے۔ مستقبل لاانقطاع ہے۔ یہ کبھی منقطع نہیں ہوگا، قیامت تک جائے گا۔ اس لئے کہ

23628

Marfat.com

مضارع کا صیغہ ہے۔ اللہ پاک ابد تک لا انتہا درود و سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر —
بھیجتا رہے گا۔ درود سے زیادہ بڑی کوئی چیز نہیں۔ یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ قاعدہ کی
بات بتا رہا ہے۔ اے ایمان والو! اور قیامت تک کے کل ایمان والو۔ صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِیْمًا (۳۳/۵۶) تم سب درود و سلام اس پر بھیجو اور تسلیم کا جو لفظ ہے یہ مبالغہ کے لئے آتا ہے۔
تکثیر کے لئے آتا ہے۔ بہت زیادہ سلام پڑھو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ
اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

یہ سب سے بڑی چیز ہے، اس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ اس سے بہتر کوئی ذکر ہو نہیں سکتا۔ یہ عادت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی، اللہ جو ہے وہ درود بھیجتا ہے۔ درود بھیجنا یہ اللہ تعالیٰ کا فعل، عادت اور سنت ہے اور نماز پڑھنا یہ کس کی عادت ہے؟ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہے؟ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ خدا نماز نہیں پڑھتا، خدا روزہ نہیں رکھتا، جتنی عبادتیں ہم کرتے ہیں، یہ سب نبیؐ کی عادتیں، خصلتیں اور سنتیں ہیں۔ جو نسبت خدا کو رسولؐ سے ہے، وہی نسبت خدا کی سنت کو رسولؐ کی سنت سے ہے اور خدا کی سنت درود شریف ہے، اور نبیؐ کی سنت عبادت ہے جتنا خدا رسول سے افضل ہے۔ اتنی ہی اسکی سنت رسول کی سنت سے افضل ہے اور اس کی سنت درود اور نبی کی سنت عبادت۔ تو درود شریف سب عبادتوں سے بھی افضل ہو گیا۔ اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم انک حمید مجید۔ کوئی چیز نجات دلانے والی نہیں ہے۔ دنیا میں اور دین میں۔ درود ہی ایسی شئے ہے جو ہر وقت نفع دے گی۔ اس عالم میں بھی اور اُس عالم میں بھی۔ اس مضمون کا تعلق کسی فرقہ سے نہیں ہے، نہ کبھی اس کا تخیل کیجئے۔ مجھے بڑی اذیت ہوتی ہے۔ جو بات علمی ہے، میرے خیال میں بیان کر رہا ہوں، دلیل کا مقصد آپ نے سمجھ لیا۔ غور کریں۔

ہر عبادت میں امکان ہے، نامقبولیت کا، آپ نے نماز پڑھی ضروری نہیں کہ قبول ہی ہو جائے کبھی قبول ہو جائے گی، کبھی نہیں ہونے کی، ہو سکتا ہے نہ ہو یا چاہے قبول ہو جائے، لیکن امکان ہے۔ مردود ہونے کا۔ ناقبول ہونے کا امکان ہر عبادت میں موجود ہے۔ اور درود شریف ہی ایسی چیز ہے کہ ہر وقت مقبول ہے۔ تو یہ یقینی ہے کہ قبول ہو۔ اور عبادت ظنی القبول ہے اور یقینی ظنّی سے افضل ہے۔ درود شریف ہر عبادت سے افضل ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ اپنی حاجت کے لئے دعا مانگتے ہیں تو لازم اور واجب ہے کہ پہلے درود شریف پڑھیں پھر دعا مانگیں اپنی حاجتوں کو پورا کرانے کے لئے اللہ سے۔ پھر درود شریف پڑھیں وہ غفور الرحیم ہے، جب اس کے سامنے یہ خوان جائے گا۔ تین قابیں رکھی ہوئی ہوں گی۔ پہلی درود شریف کی۔ دوسری آپ کی حاجت کی۔ پھر درود شریف کی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ادہر اُدہر سے اٹھالے اور بیچ کی قاب چھوڑ دے۔ رحیم کی شان سے یہ بعید ہے۔ وہ یہ سب ہی لے لے گا۔

آپ غور کیجئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا سورۃ واقعہ میں، تین گروہوں کا ذکر کیا۔ وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۔ (واقعہ آیت ۵۶/۷) جونہی یہ واقعہ پیش آجائے گا۔ یعنی قیامت آجائے گی۔ تو تم تین گروہ ہو جاؤ گے۔ ایک مقربین، اصحاب الیمین، تیسرے اصحاب الشمال۔ معاذ اللہ تین گروہ ہوں گے۔ ان تینوں گروہوں کے واقعات اور حالات اللہ تعالےٰ نے ڈھائی رکوع میں بیان فرمائے ہیں۔ یہ تین رکوع کی سورت ہے۔ جب سورۃ کو ختم کیا تو ان تین گروہوں کے حالات کا خلاصہ اور نچوڑ بیان کیا ہے۔ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۔ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ (سورۃ واقعہ ۸۹-۸۸/۵۶) جو مقربین میں سے ہے۔ کیا ہے اس کا انجام حشر اس کی کیا جزا ہو گی۔ راحت بہت راحت، ریحان خوشبوئیں عطر، باغ و بہار، یہ اس کا انجام ہو گا۔ پہلے گروہ کی تو یہ کیفیت اور دوسرا گروہ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (۵۶/۹۱) اللہ تعالےٰ مجھ کو اور آپ کو اسی گروہ میں شامل کر دے۔ اصحاب یمین ان لوگوں کو کہتے ہیں کہ جن کے

سیدھے ہاتھوں میں نامۂ اعمال دیئے جائیں گے۔ مقربین کا تو بڑا درجہ ہے۔ اصحاب یمین ہی میں ہمارا انجام ہو۔ (خداوند تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے انجام بخیر کرے) ان کو کیا جزا ملے گی، ان کو کیا انعام ملے گا فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (۵۶/۹۱) اللہ کی طرف سے ان کو سلام ہو۔ اتنے معزز ہستی کا سلام کرنا۔ اس سے بڑی کیا جنت اور راحت ہوگی۔ جن کے نصیب میں یہ نعمت ہوگی وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ سلام اتنی بڑی چیز ہے۔ اصحاب یمین تو خود بڑی چیز ہے۔ یہ خود جزا ہے۔

آپ یہ درود وسلام کا تحفہ خود پیش کردیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں۔ یا آپ کسی ذریعے سے بھجوادیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ آپ خود پیش کر دیجئے یا اللہ سے کہہ دیجئے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ ہماری طرف سے سلام پہنچا دیجئے یا خود پہنچا دیں۔ یا اللہ کے ذریعے سے پہنچا دیں۔ یہ آپ کو اختیار ہے۔

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے متعلق کیا بیان کیا جا سکتا ہے۔ ہمیشہ یاد رکھیئے جب تعریف کسی کی کی جاتی ہے، جو شخص کرتا ہے، اگر وہ اس کے متعلق پوری معلومات رکھتا ہے۔ جب تو صحیح تعریف کرسکتا ہے، ورنہ نہیں کرسکتا، مثلاً مؤرخ کو مؤرخ سے زیادہ واقف ہونا چاہیئے، زیادہ آگاہ ہونا چاہیئے۔ نبی کے برابر یا نبی سے زیادہ کسی کو علم ہو، معرفت ہو تو وہ نبی کا تعارف کرا سکتا ہے۔ وہ معرفت کرا سکتا ہے نبی کی اور کسی شخص کو نبوت کا علم نہیں ہے کسی صدیق میں یہ بات نہیں ہے، یا جو رؤسا، صدیقین ہیں، ان میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعریف سمجھے ہوئے ہوں یا بیان کرسکیں۔ نبی کرسکتا ہے، یا خدا کرسکتا ہے۔ غیر نبی میں قابلیت نہیں ہے، یہ عقلی دلیل میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے۔

شرعی دلیل بھی آپ کو سمجھا دوں۔ سمجھ میں آجائے گا، آپ غور کریں۔ اللہ تعالےٰ

Marfat.com

نے عیسٰی علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ (النساء ۴/۱۷۱) یہ اللہ کا کلمہ ہیں۔ عیسٰی علیہ السلام، اللہ کے کلمہ کے کیا معنی۔ کلمۃ اللہ جو ہے وہ لفظِ "کن" ہے اور کوئی کلمہ نہیں ہے۔ یاد رکھیں۔ چونکہ یہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے کوئی ظاہری سبب نہیں تھا۔ اس لئے ان کی طرف "کن" کی نسبت کی گئی۔ اس خصوصیت کی بنا پر ان کو کلمۃ اللہ کہا گیا۔ لیکن حقیقت کلمۃ اللہ کی یہ ہے کہ ہر وہ شئے جو منجانب اللہ ہو وہ کلمۃ اللہ ہے۔ جیسے الم۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرۃ۔۲) یہ منجانب اللہ ہے لہٰذا یہ کلمۃ اللہ ہے معجزہ کلمۃ اللہ ہے۔ ہر نبی کلمۃ اللہ ہے۔ یہ سب منجانب اللہ ہیں۔ ان کو مخصوص طور پر اس لئے کہا گیا کہ ان کے باپ نہیں تھے۔ اس لئے ان کے لئے یہ لفظ شامل ہو گیا۔ شریعت کی زبان میں۔ ورنہ حقیقت میں کلمۃ اللہ کے معنی منجانب اللہ ہیں۔ ہر وہ شئے جو منجانب اللہ ہے کلمۃ اللہ ہے۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانعام ۶/۸۶-۸۵-۸۴)

یہ سولہ نبی ہیں۔ نوح علیہ السلام کو لگا لیجئے۔ سترہ ہوئے۔ اس رکوع میں سولہ سترہ نبیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام ۶/۹۰)

یہ وہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے۔ یہ اللہ سے ہدایت پائے ہوئے ہیں۔ اللہ کے ہدایت یافتہ ہیں۔ ان کا معلم اور استاد اور ہدایت کنندہ صرف اللہ ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں۔ آگے اللہ فرماتا ہے۔ اِقْتَدِهْ۔

اے نبیؐ تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔ ان کی ہدایت کی اتباع و اقتدا کرو۔

Marfat.com

خاتم النبیین ہیں، تمام شریعتوں کے یہ ناسخ ہیں۔ یہ ان نبیوں کی کیا اتباع کریں گے۔ اگر اتباع کریں گے عقائد میں تو مقلد ہو جائیں گے۔ اگر شریعت کی اقتدا کریں گے تو ناسخ نہیں رہ سکیں گے۔ اقتدا کس چیز میں کریں گے؟ کیا اتباع کریں گے؟ لہذا شرائع مراد نہیں ہو سکتے، عقائد مراد نہیں ہو سکتے۔ اعمال و افعال یہ تو قطعی مراد نہیں ہیں کہ وہ اتباع کر سکتے ۔ وہ ناسخ نہیں ہونے کے، تمام شریعتیں منسوخ ہو چکیں، پھر کس چیز کی اتباع کریں گے۔ ہر ہر نبی میں جو کمالات ہیں۔ ان میں ایک ایک کمال ایسا ہے جو ہر نبی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایک فعل ایسا ہے، وہ اخلاقِ حسنہ، اخلاقِ جمیلہ میں سے ایک ایک نبی متخلص ہے۔ کمالات جتنے بھی تھے وہ انبیاء علیہم السلام میں علیحدہ اور متفرق طور پر تھے۔ تو اے نبی ان میں جو اخلاق اور کمالات ہیں۔ متفرق طریقہ پہ وہ سب تم میں ہونے چاہئیں۔ تم جامع کمالات انبیاء ہو۔ اور وہ جو کمال خاص ہے۔ وہ سب منجانب اللہ ہے۔ تو ہر نبی تو کلمۂ رب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جو جامع کمالات انبیاء ہیں، یہ جامع کمالات ہیں یعنی (یہ کلماتِ رب ہیں) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلماتِ رب، نوح علیہ السلام کلمۃ الرب، موسیٰ علیہ السلام، کلمۃ الرب، عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ الرب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمۃ الرب نہیں۔ بلکہ کلمات الرب یہ کلمے ہیں، وہ کلمہ ہیں۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (سورۃ الکہف ۱۸/۱۰۹)

کہہ کہ اگر بحر کو روشنائی قرار دے دیا جائے کلمات الرّب کو رقم کرنے کے لئے اور اوصاف کو بیان کرنے کیلئے تو بحر ختم ہو جائے گا۔ بحر کلمات الرب رقم ہونے سے پہلے۔ بحر میں صلاحیت ہی نہیں ہے کہ جو کلمات الرب کو رقم کر سکے۔ محمد رسول اللہ کلمات الرب ہیں اور کلمات الرّب ناقابلِ رقم ہیں تو محمد رسولؐ اللہ ناقابلِ بیان، کون بیان کر سکتا ہے، جو بیان کرے گا وہ یا تو جھوٹا ہو گا یا اس کے اپنے خیال کے مطابق ہو گا۔

Marfat.com

کوئی نہیں بیان کرسکتا۔

کوئی ہو، ولی ہو، ابدال ہو، قطب ہو، صدّیق ہو، رئیس الصدّیق ہو، کیسا ہی قدسی اعظم ہو، وہ گھٹ کر فاسق ہوسکتا ہے۔ کیسا ہی فاسق ہو، ترقی کرکے وہ بڑھ کر قطب ہوسکتا ہے۔ نبیؑ کو کتنا ہی کم کردیا جائے وہ ابوبکر نہیں ہوسکتے۔ نبوّت کا تجزیہ کرتے کرتے کتنا ہی ننّھا سا جز نکال لیجئے وہ صدّیقین سے افضل رہے گا، اور جو بڑے سے بڑا نیک امتّی ہے، اس کا آپ تجزیہ کریں گے وہ فسق پر آکر ٹھہر جائے گا اور فسق میں اگر رحمت خدا کی شامل ہو، کوئی چور، ڈاکو، زانی وہ قطب، ولی اور ابدال بن جائے گا۔ مگر نبی میں یہ بات نہیں، تمام جہان کے اولیاء جتنے ہیں وہ سب مل کر بھی اس درجہ پر پہنچ ہی نہیں سکتے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنا محال اور ناممکن ہے۔ یہاں تو ایک سمندر ہے یہی مضمون دوسری آیت میں ہے۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ۔ (لقمٰن ۳۱/۲۷)

اس آیت میں سات سمندر ہیں، اور بحر کو مدد دینے کے لئے اور بحر لایا جائے یہاں تک کہ خدا لاانتہا بحر لاسکتا ہے، پھر بھی رقم نہیں ہوسکتا اور محمدؐ رسول اللہ کلمات الرب ہیں، لہٰذا کلمات الرب جو ہیں وہ ناقابل رقم ہیں۔ محمدؐ رسول اللہ کے اوصاف اور صفات جو ہیں وہ ناقابلِ رقم ہیں کوئی انسان نہیں بیان کرسکتا۔ صدیق اکبرؓ یا علیؓ۔ یہ آجائیں اور کل انسان یہ سب مل کر بیان کریں یا ملائکہ، کوئی نہیں کرسکتا، نہ ان کے علم کا حال بیان کرسکتے ہیں نہ عمل کا۔ آپ کیا بیان کرسکتے ہیں۔؟ ازل سے ابد تک کے انسان وخلائق مل کر بھی بیان نہیں کرسکتے۔ ہاں بے شک اللہ قادر ہے جو وہ بیان کرتا ہے، ٹھیک ہے وہ بیان کرسکتا ہے اور کوئی نہیں بیان کرسکتا۔ مگر اس کے سمجھنے کے لئے بھی تو کچھ چاہیئے؟ بچّہ کو آپ کتنا ہی بلوغ کی کیفیات سمجھادیں، بیان سچ ہوگا، حق ہوگا، مگر کبھی بھی

Marfat.com

وہ سمجھ کر نہیں دے گا۔ نہیں آیا سمجھ میں؟ جو نابالغ ہے وہ کیسے بلوغ کی کیفیات سمجھ سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا بیان قطعی سچا ہے۔ وہ صحیح تعریف بیان کرے گا، لیکن آپ سمجھ نہیں سکیں گے، نہ قرآن کو نہ حدیث کو، صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح نابالغانِ معرفت جو ہیں وہ عرفاء کے صحیح حالات کو نہیں سمجھ سکتے، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ممکن ہے۔ میں آپ سے کیا بیان کروں؟ ناممکن اور محال ہے۔ تم چاہو تو میں اپنی عقل کے مطابق کچھ بیان کر دوں۔ وہ تو جتنا میرا علم ہے اس کو میں بیان کر رہا ہوں۔ جو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، وہ اس سے زیادہ بیان کر دے گا۔ مجھے تو اتنا ضرور پتہ چل گیا کہ کچھ پتہ نہیں چلا، بس اس سے زیادہ نہیں معلوم ہو سکتا، بس اتنا ہی بیان کر سکتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں بیان کر سکتے۔

آپ غور کر کے دیکھیں۔ آپ کے سامنے میں ایک بات بیان کر سکتا ہوں دینِ اسلام! اسلام کیا چیز ہے؟ اسلام کسے کہتے ہیں؟ دین کا جو لفظ آیا کرتا ہے اور مذہب کا، اس کے اندر تین جز ہوا کرتے ہیں۔ ایک عقیدہ ہوتا ہے، ایک عمل ہوتا ہے، ایک اخلاق ہوتا ہے۔ تین چیزوں سے یہ چیز مرکب ہوا کرتی ہے۔ اِس مرکب چیز کا نام مذہب اور دین ہے۔ ہر مذہب کو دیکھ لیجئے آپ! اس میں کچھ عقائد ہوتے ہیں جسے ہم لوگ ایمانیات کہتے ہیں۔ کچھ اعمال ہوا کرتے ہیں جو جوارح سے کئے جاتے ہیں، اعضائے سے کئے جاتے ہیں، کچھ عادات اور خصلتیں ہوا کرتی ہیں۔ ان کو اخلاق کہا کرتے ہیں۔ پس ان تین چیزوں کے مجموعہ کا نام مذہب ہوتا ہے۔ اسلام میں بھی یہی تین چیزیں ہونی چاہئیں اور یہ تینوں چیزیں ہیں۔ پہلا جزو اول کا عقیدہ ہے۔ عقیدے جتنے ہیں ان سب میں سب سے بڑا جو عقیدہ ہے وہ توحید کا مسئلہ ہے۔ اسلام کے اندر ٹھیک ہے؟ سب مسلمان کلمہ گو جانتے ہیں۔ توحید کے مسئلے سے بڑا کوئی مسئلہ نہیں ہے عقیدہ کے اعتبار سے، یہ سب سے بڑا عقیدہ ہے۔ یہ اسلام کا عقیدہ ہے، اس عقیدہ

Marfat.com

کو اگر آپ دیکھیں گے تو بہت سے غیر اسلامی مذاہب میں جوں کا توں موجود ہے۔ براہمہ کا ایک گروہ ہے ہندوستان میں، ان کے ہاں ایسی ہی توحید ہے جیسی مسلمانوں کے ہاں ہے، کوئی فرق نہیں، ماتھے پر تین نشان لگایا کرتے ہیں۔ قشقہ ہندوستان میں دیکھا ہوگا آپ نے۔ وہ براہمہ کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں توحید کامل ہے۔ نبوّت کے منکر ہیں۔ توحید مکمل ہے۔ جتنے آسمانی مذاہب ہیں سچے۔ سب میں توحید موجود ہے اور آسمانی مذاہب کے ماننے والے اس وقت موجود ہیں۔ اس دنیا میں اور کل مسلمانوں کے نزدیک وہ جہنمی ہیں۔ یا نہیں؟ جو اس وقت سچی انجیل پر عمل کرے۔ وہ بھی آپ کے نزدیک ــــ کافر ہی ہے ۔ سچی توریت پر عمل کرے تو کافر۔ صحف ابراہیم پر عمل کرے تو کافر، موجودہ انجیل کو سچا جانے تو کافر۔ تو توحید کا مسئلہ اکثر غیر اسلامی مذاہب میں موجود ہے۔ آپ جو اسلام کا دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہمارا مذہب حق ہے۔ جب آپ ان لوگوں کے پاس جاکر کہیں گے تو وہ کہیں گے، یہ ہمارے پاس موجود ہے۔ آپ نئی حقانیت کیا لائے؟ ہمارے ہاں یہ ہے موجود۔ سمجھ میں آگیا؟ نبوّت کا مسئلہ جو ہے جو تمام آسمانی مذاہب میں موجود ہے۔ عمل کے لئے جزا کا مسئلہ ہے، تقریباً تمام مذاہب میں موجود ہے سوائے دہریہ کے، دہریے خدا کے قائل نہیں ہیں۔ باقی ہر مذہب خدا کا قائل ہے۔ عمل کے لئے بدلہ ہے، وہ بدلہ خواہ تناسخ کے ذریعہ ہو، خواہ روحانی ہو، کسی اور ذریعہ سے ہو، یا جیسا کہ مسلمان کہتے ہیں۔ میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ خدا میرا اور آپ کا اسی عقیدہ پر انجام کرے کہ دوبارہ اٹھنا پڑے گا۔ قیامت کے ذریعہ تو قیامت کے بھی بہت کثیر کافر قائل ہیں، عیسائی بھی، موسائی بھی، بہت سے لوگ ہیں، تو جتنے بھی اعتقادی مسئلے آپ لیں گے۔ وہ کل کے کل یا اجزاء کی حیثیت سے متفرق غیر اسلامی مذاہب میں بھی موجود ہیں۔

آپ کہیں گے کہ اسلام قرآن ہے، ٹھیک ہے، یہ حق ہے۔ آپ کہیں گے الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرة ۲/۲) قرآن کو ہاتھ میں لے کر کہیں گے کہ اس کتاب میں شک نہیں ہے۔ یہی معنی ہیں ٹھیک ہے۔ اگر کوئی یہودی توریت غیر محرّف

ہاتھ میں لے کر کہے ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ تو آپ کیا کہیں گے! کچھ تو بولو، ایسا ہی ایمان لانا پڑے گا جیسا قرآن پر ہے۔ ذرا سا فرق کرتے ہی کافر ہو جائے گا۔ عیسائی غیر محرف انجیل ہاتھ میں لے کر کہے ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ مسلمان کیا کہے گا؟ اٰمَنَّا ٹھیک ہے۔ کیا بات ہوئی، کتاب وہاں بھی موجود ہے۔ کیا فرق ہوا، قرآن میں اور اس میں۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰۃَ فِیْھَا ھُدًی وَّ نُوْرٌ (المائدہ ۵/۴۴) ہم نے توریت نازل کی تھی اس میں بھی ہدایت اور روشنی تھی۔

تو قرآن جو چیز پیش کر رہا ہے، وہ دوسری جگہ غیر مسلموں میں موجود ہے۔ جن کو آپ کافر اور جہنمی بنا رہے ہیں۔ تو اوّل سے لے کر آخر تک جتنے بھی عقائد ہیں، یا متفرق طور پر یا مجتمع طور پر دوسری جگہ بھی موجود ہیں۔

اب رہ گیا اخلاق، اخلاق کل کے کل جتنے ہیں، جوں کے توں، مذہب اور لا مذہب دہریہ اور غیر دہریہ سب میں مشترک ہیں۔ کسی شخص کے نزدیک ماں باپ کا ستانا اچھی چیز نہیں ہے۔ کسی شخص کے بھی نزدیک محسن کشی، احسان کرنے والے کے ساتھ برائی کرنی، خواہ دہریہ ہو، فلسفی ہو، سب برا سمجھتے ہیں، غرض اخلاقی جتنے علوم ہیں وہ سب کے سب تمام مذاہب میں موجود ہیں۔

اب رہ گئے عبادات اور معاملات یہ جو ہیں، قریباً سب مذاہب میں موجود ہیں عبادات کے ادا کرنے کا جو طریقہ ہے وہ کچھ مختلف ہے۔ اور باقی نوعیت، سب جگہ موجود ہے۔ نماز ہمارے ہاں بھی پڑھی جاتی ہے اور کلیسا میں دوسرے طریقہ سے پڑھی جاتی ہے۔ روزہ ہمارے ہاں رکھا جاتا ہے۔ ان کے یہاں بھی دوسرے طریقہ سے رکھا جاتا ہے۔ حج کرنے کے لئے ہمارے ہاں مکہ جانا پڑتا ہے۔ وہاں کاشی اور سومنات جاتے ہیں۔ سب کے ہاں یاترا ہے، آپ سمجھ گئے۔ کون سی چیز آپ پیش کر رہے ہیں جو ان کے

Marfat.com

ہاں نہیں ہے، جو آپ کہیں یہ اچھی چیز ہے؟ جو چیز آپ پیش کریں گے وہ کہیں گے یہاں موجود ہے۔ تو اسلام تو وہ ہونا چاہیئے جو غیر مسلم کے پاس نہ ہو تو قرآن کو اول سے آخر تک الحمد سے والناس تک آپ اٹھا کر دیکھیں تمام اغیار میں مذاہب باطلہ میں وہ تقسیم ہو گیا کچھ نہیں بچتا۔ کوئی چیز آپ نہیں بتا سکتے قصص اوّلین و آخرین آپ کہیں گے وہ بھی موجود ہیں دوسرے کے ہاں، تو پھر کیا چیز رہا قرآن؟ کیا چیز رہا اسلام، کوئی چیز نہیں ہے، آپ سمجھ گئے۔

خدا آپ کو توفیق دے اور ہدایت دے۔ کوئی غلط بات نہ سمجھو۔ صرف ایک ہی قضیہ ہے۔ اسلام اور قرآن میں جو غیر مسلم کے ہاں نہیں ہے وہ ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ۔ بس یہ ایک ہی قضیہ ہے۔ اسی کا نام قرآن، اسی کا نام اسلام ہے۔ یہی غیر مسلم کے ہاں پیش ہوگا۔ یہ اس کے ہاں نہیں ہے۔ اسکا وہ منکر ہے جس چیز کا وہ مقر ہے وہ چیز آپکی نہ رہی۔ جس چیز کا وہ منکر ہے وہ ہے آپ کی حقیقت میں ہے اسلام۔ وہ کیا ہے بس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ توحید کوئی چیز نہیں ہے اگر محمد رسول اللہ کذب کی دعوت دیدیں وہ حق ہونا انہوں نے کہا خدا احد ہے، ان کے کہنے سے توحید عقیدہ بنا۔ عیسٰی رسول اللہ اور روح اللہ ہیں ان کے کہنے سے عیسٰیؑ کو رسول اللہ اور روح اللہ مانا ہے۔ اگر وہ نہیں کہتے تو نہیں مانتے۔ انہوں نے کرشن جی کے متعلق کچھ نہیں کہا اس لئے نہیں مانتے۔ اگر وہ ان کے متعلق کہتے کہ نبی اللہ ہیں۔ ہم ان کو بھی مان لیتے عیسٰی علیہ السلام کی طرح۔ انہوں نے کہا موسٰی کلیم اللہ اور رسول اللہ، ابراہیم خلیل اللہ۔ ہر نبی کو انکے کہنے سے مانا ہر عقیدہ کو انکے کہنے سے مانا۔ خدا کو وحدہٗ لاشریک ان کے کہنے سے مانا۔ انہوں نے کہا یہ کتاب مجھ پر نازل ہوئی مجرد ان کے کہنے سے ہم نے مان لیا۔ قرآن پاک کا جو حصہ مکہ میں نازل ہوا تھا۔ وہ پہلے ہونا چاہیئے تھا جو مدینہ میں نازل ہوا تھا وہ پیچھے ہونا چاہیئے تھا۔ مدنی صورتوں کو مقدم کر دیا۔ سورۃ بقرۃ پہلی سورۃ مدنی ہے۔ سورۃ آل عمران مدنی۔ یہ ترتیب نزول کے بالکل خلاف ہے، انہوں نے کہا کہ یوں ہی حق ہے۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے جو یہ کہیں وہ حق۔ کہا کہ خدا کی طرف

سے یہ قرآن نازل ہوا۔ ہم نے کہا بالکل حق ہے۔ انؐ کے کہنے سے خدا کو وحدہٗ لاشریک مانا، انہیؐ کے کہنے سے مردہ کا زندہ ہونا مانا، انہیںؐ کے کہنے سے کل اخلاق کو مانا۔ بس یہی اصل الاصول ہے جو پورے اسلام اور حقائق کو گھیرے ہوئے ہے۔ اگر یہ بندش نکال دی جائے تو جس طرح جھاڑو میں تیلیاں منتشر ہو کر ادہر ادہر چلی جاتی ہیں۔ آپ کا سارا مذہب منقسم ہو جائے گا۔ کچھ باقی آپ کے پاس میں نہیں رہے گا۔ اصل الاصول ہے جڑوں کی جڑ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّ الْکَرِیْم ۔ یہ ہے نبیؐ کی تعریف یہ ہے اصل اسلام جو بھی آپؐ فرمائیں خواہ عقل کے مطابق ہو، خواہ وہ عقل کے خلاف ہو۔ مجرد آپؐ کے کہنے سے مانا جائیگا۔ کبھی بھی عقل میں آتا ہے کہ آدمی کی گردن کٹ جائے اور وہ زندہ ہو، دنیا کی کوئی طاقت اس کی زندگی ثابت نہیں کر سکتی۔ وہ مردہ ہے۔ اس کو دفن کر دیا جاتا ہے نہیں کرتے دفن؟ انہوںؐ نے کہا کہ وہ زندہ ہے۔ بَلْ اَحْیَآءٌ وہ زندہ ہیں۔ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ $\frac{2}{154}$) تمہیں پتہ نہیں ہے۔ اس بات کا تو پتہ ہے کہ وہ مردہ ہے دفن ہو گیا۔ نبیؐ نے کہا نہیں، بالکل متضاد ہو گئی بات مردہ کو زندہ کہہ رہا ہے۔ نبی کی یہی شان ہے۔ جو تمہاری عقل میں نہ آئے وہ حق ہے اور عقل میں آنے کے بعد مانا تو پھر قدر و قیمت کیا رہی نبی کی، عقل میں تو صلاحیت ہی نہیں ہے۔ علم حاصل کرنے کی عقل بالکل ناقص چیز ہے، فی نفسہٖ۔ بڑی غلط فہمی ہوتی ہے لوگوں کو۔ انہوں نے عقلی علم کی بڑی قدر کی ہے۔ یہ نہیں سمجھے کہ عقلی علوم کیا ہیں اور ان کے کیا نتائج ہیں۔ عقل سے جواب تک علم مدّون ہوئے ہیں۔ حساب ہے! الجبرا ہے! اقلیدس ہے، یہ علوم ریاضیہ ہیں۔ علم صحیح ہے جس کو سائنس کہتے ہیں۔ جس کا رواج آج کل دنیا میں ہے۔ ایک علم ہے جس کو فلسفۂ الٰہیات کہتے ہیں جس میں مابعد الطبیعات حالات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سب عقلی علوم کہلاتے ہیں۔ ان سب کے جو انجام ہیں۔ ان سے اس دنیا کی زندگی کو سنوارنا ہے! انجینیرنگ ہے، وہ مکانوں کے کام میں آرہی ہے۔ عدد کا علم ہے ارتھمیٹک وہ لین دین اور قیمتوں

کے تقرر میں کام آ رہا ہے۔ علم طب ہے، ڈاکٹری کا علم وہ بدن کی صحت میں کام آ رہا ہے
ہر علم کو آپ دیکھئے۔ طبیعات کے جو علوم ہیں۔ سفر کو آسان کرنے کے لئے اصول مہیا ہو رہے
ہیں۔ یا موت کے اسباب مہیا کرنے کے اصول وضع ہو رہے ہیں۔ بہر حال جو بھی ہے اس زندگی
سے تعلق رکھتے ہیں، عقل کے جتنے علوم ہیں لیکن آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا کہ بہت
بڑی اکثریت ہے۔ زندوں کی جن میں حیات ہے۔ ذی حیات اشیاء کی بڑی اکثریت ہے
کہ جن کی اکثریت کے مقابل میں انسان کی اقلیت ہے۔ حیوانات کی اتنی اکثریت ہے کہ
کچھ اندازہ ہی نہیں ہے۔ حیوانات کے مقابل میں انسان کتنا قلیل ہے۔ اتنی بڑی اکثریت
جو ہے ذی حیات نفوس کی بغیر عقل کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ انسان تو بڑا بد نصیب
ہے کہ ایک عقل کا بوجھ اور اپنے سر پر لاد کر بسر کر رہا ہے۔ یہ تو بغیر عقل کے بھی گذر سکتی
تھی۔ انتہائی بے عقلی ہوئی ہے۔ مجھے تو معلوم ہوا کہ عقل کا وجود لغو ہے۔ لیکن لغو نہیں
ہو سکتا کیونکہ یہی مابین امتیاز ہے اگر لغو قرار دے دو تو انسان حیوان کی مثل ہو گیا۔ اگر
اس سے صحیح کام نہ لیا تو اس سے بدتر ہو گیا۔ مابین امتیاز عقل ہی تو ہے۔ تو عقلی
مضمون کے ذریعے تو مابین امتیاز ہو نہ سکی۔ صحیح کام نہ لیا جا سکا۔ تو لابدًا اسکو بتلانے کے
لئے عقل سے باہر کوئی معلم ہونا چاہیئے۔ اسی معلم عقل کا نام نبی ہے۔ نبی کسے کہتے ہیں۔
معلم عقل کو۔

تجربے سے بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا ہم نے بہت سی کتابوں کو دیکھا۔ ان سے
ہمارے دماغ میں مضمون آیا۔ اس کو ہم نے کتاب میں درج کر دیا۔ آپ اس کتاب کو دیکھیں۔
اس سے آپ کے دماغ میں ایک مضمون آ جائے گا۔ آپ اپنا مضمون دوسرے رسالے میں
درج کر دیں۔ یہی ہو رہا ہے۔ کتاب سے مضمون دماغ میں آ رہا ہے۔ دماغ سے کتاب میں جا رہا ہے۔
برابر یہی ہو رہا ہے۔ یہ کتاب، یہ دماغ، یہ دماغ یہ کتاب، برابر یہ سلسلہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ آپ کی
سمجھ میں یہ بات آئی کہ ہر دماغ دو کتابوں کے بیچ میں آ گیا۔ ایک کتاب سے تو ایک مضمون لیا اور

Marfat.com

دوسری کتاب کو دیا۔ اور ہر کتاب دو دماغوں کے بیچ میں آگئی۔ جیسے میں نے آپ کو کتاب دی ۔ ایک تو میرے دماغ کے بعد آئی اور ایک آپ کا دماغ دو کے بیچ میں آگیا۔ تو ہر کتاب دو دماغوں کے بیچ میں اور ہر دماغ دو کتابوں کے بیچ میں اور بیچ کا تصوّر ہو نہیں سکتا۔ جب تک پہل کا تصوّر نہ ہو۔ بیچ جو ہے وسط نہیں معلوم ہو سکتا جب تک کہ ابتدا نہ ہو، وہ بیچ کیسے کہلائے گا۔ بیچ تو اوّل کے اعتبار سے ہے۔ اگر اول نہیں تو بیچ کچھ بھی نہیں، تو لابدُاول ہونا چاہیئے۔ پہلی کتاب ہونا چاہیئے۔ پہلا دماغ ہونا چاہیئے۔ پہلی کتاب کتابُ اللہ ہے۔ پہلا دماغ رسول اللہ ؐ ہے۔ یہ وہ دماغ ہے کہ جس نے کسی انسانی کتاب میں سے مضمون نہیں لیا اور یہ وہی کتاب ہے کہ جو کسی انسانی دماغ کا نتیجہ نہیں۔

آپ غور کیجیئے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے جتنی چیزیں بنائی ہیں، انسانوں کی ضرورت کے اعتبار سے بنائی ہیں۔ جس شئے کی انسان کو زیادہ ضرورت ہے، اس کا وجود زیادہ بنایا ہے۔ جس شئے کی ضرورت کم ہے اس کا وجود کم بنایا ہے۔ جیسے غلّہ کی ضرورت زیادہ ہے اسے زیادہ بنا دیا پھلوں کی ضرورت کم ہے اس لئے کم بنا دیا، تانبے پیتل کی ضرورت زیادہ ہے اسے زیادہ بنا دیا۔ چاندی سونے کی ضرورت کم ہے اسے کم بنا دیا۔ نمک کی ضرورت زیادہ ہے۔ لال مرچ اور دیگر مسالحوں سے اسے زیادہ بنا دیا۔ پانی کی ضرورت کھانے سے زیادہ تھی، پانی کے دریا کے دریا بہا دیئے۔ کنویں بنا دیئے۔ ہوا کی ضرورت اس سے بھی زیادہ تھی اس کو زیادہ مہیا کر دیا۔ اس استقرار سے، اس تجسس سے، یہ بات معلوم ہوگئی کہ جتنی ضرورت زیادہ ہوگی۔ اس شئے کا وجود اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ اب یہ جو نعمتیں ہیں، محاسن ہیں، جو جو اللہ تبارک تعالےٰ نے ضرورت کی نعمتیں مہیا کی ہیں۔ اگر یہ آپ کو حاصل نہ ہوں، کیونکہ یہ انسانی قدرت میں شامل نہیں ہیں۔ انسان کی قدرت میں اگر شامل ہوتے تو نعمتیں اپنے لئے ہر شخص حاصل کر لیتا۔ ایک پچاس روپے مہینہ پا رہا ہے، ایک پانچ سو روپے مہینہ پا رہا ہے۔ اگر پچاس روپے والے کی قدرت میں وہ ہزار روپے ہونے ہوتے تو وہ مہیا کر لیتا یا نہیں کر لیتا۔ ہر شخص ان

Marfat.com

نعمتوں تک پہنچنے پر قادر نہیں ہے۔ یا وہ نعمتیں اس حد تک پہنچنے کے لئے گویا نیاز نہیں۔ قدرت سے باہر ہے تو جو شئے قدرت سے باہر ہو اور پہنچنا ضروری ہے اس نعمت تک خواہ وہ نعمت ہم تک پہنچے یا ہم اس نعمت تک پہنچیں، یہ ضروری ہو گیا۔ زیادہ ضرورت ہوئی اس کی۔ ——— بہت زیادہ پانی کی ضرورت ہے۔ پیدا تو کر دیتے دریا کے دریا لیکن پیاس کے وقت ایک گلاس ہی مل جائے تو غنیمت ہے تو زیادہ ضرورت اس کی ہوئی کہ وقتِ ضرورت مل جاتے تو اس نعمت تک پہنچنا زیادہ ضروری ہو گیا۔ اس کی ضرورت سب سے زیادہ ہو گئی تو نعمت تک پہنچنا سب سے زیادہ ضرورت کی چیز ہوا یا نعمت کا اس تک پہنچنا سب سے زیادہ ضروری چیز ہوا۔ بحکم استقراء آپ سمجھ چکے ہیں کہ جس شئے کی ضرورت سب سے زیادہ ہے۔ اسے سب سے زیادہ ہونا چاہیئے۔ تو سب سے زیادہ ضرورت اِس بات کی ہے کہ وہ نعمت تک پہنچے اور نعمت تک پہنچنا یا نعمت کو منعم تک پہنچانا، اسی کے معنی رحمت کے ہیں۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ نعمت پہنچ جائے منعم تک۔ تو سب سے زیادہ ضرورت اِس چیز کی تھی۔ تو سب سے زیادہ اس کو ہونا چاہیئے۔ تو رحمت کا وجود سارے عالم سے زیادہ ہونا چاہیئے کہ سب سے زیادہ اس کی ضرورت ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ۲۱/۱۰۷) ہم نے تمہیں تمام عالم کے لئے بلکہ عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیج دیا۔ اس نے کہہ دیا تو وہ سب سے زیادہ اہم چیز اور سب سے زیادہ بڑی چیز ہو گیا۔ رحمت اللعالمین ہو گیا۔ اس کی کیا تعریف کی جا سکتی ہے۔ کیا کہا جا سکتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

مسلمان قوم کا زوال کسی وجہ سے نہیں ہوا ہے، کوئی وجہ نہیں ہے صرف اس کو اپنے نبی ﷺ سے علاقہ کمزور ہو گیا ہے۔ بے تعلقی سی ہو گئی ہے اور اس کے مختلف سبب بنے۔ تباہی کا سبب صرف یہی ہے اور کوئی سبب نہیں ہے۔ کسی وقت بھی مسلمان کے پاس اتنا روپیہ نہیں تھا۔ جتنا اب اس دور میں ہے۔ کسی مدرسہ میں جتنا روپیہ اب تقسیم ہو رہا ہے کبھی

Marfat.com

کسی دور میں بھی نہیں ہوا۔ اس کی آپ تحقیق کر لیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب نبیؐ سے کوئی علاقہ مسلمان کو باقی نہیں رہا۔ یا بہت کم ہو گیا۔ علاقہ کی مثال کے لئے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ ایک یہودی نے یہ کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰؑ کو مصطفےٰ بنا کر بھیجا۔ ایک صحابیؓ تھے انہوںؓ نے اس کو تھپڑ مار دیا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اصطفےٰ کیا ہے۔ انہیںؓ یہ بات ناگوار ہوئی کہ موسیٰؑ کی ذات کو اس نے مقصود کیا۔ اس نے استغاثہ کیا کہ میں ذمی ہوں اسؓ نے میرے ساتھ یہ ظلم کیا تو مسلمان اس کی بات برداشت نہ کر سکا۔ حالانکہ وہ واقعہ اپنی جگہ صحیح تھا۔ لیکن مسلمان اس کے لئے تیار نہیں تھا کہ اپنے نبیؐ کے مقابلے پر کسی نبیؑ کو مصطفےٰ سمجھے۔ اب اللہ تعالےٰ اپنا فضل و کرم کرے۔

میں آپ کے سامنے ایک یا دو باتیں اور بیان کر دیتا ہوں۔ مجھ میں اتنی استقامت نہیں، مریض ہوں تھوڑا تھوڑا جو مجھ سے ہو سکتا ہے بیان کر دیتا ہوں۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ بے شک ہم نے تجھ کو دیا۔ عطا کیا، عطیہ ہے۔ عَطینا میں تو ہو سکتا ہے کہ کچھ دیتا ہو۔ اس کے لئے عَطینا کا لفظ آسکتا ہے۔ یہ اعطا کا لفظ ہے۔ یہ محض عطیہ کے طور پر تجھ کو کوثر دے دیا۔ عطا کوثر۔ کوثر کا عطیہ دیا۔ کوثر کے کیا معنی؟ کوثر کی تفسیریں متعدد ہیں۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے اور ایک حوض ہے۔ بعضوں نے کہا کہ حوض ہے۔ بعضوں نے کہا کہ نہر ہے، دونوں معنی بیان کئے ہیں۔ عام طور پر مشہور ہے حوضِ کوثر، نہرِ کوثر۔ مفسرین کی یہ رائے ہے کوثر سے مراد یا نہر ہے یا وہ حوض ہے۔

اس جگہ پر یہ محل احسان، ایثار، عطیہ اور امتنان کا ہے۔ اس موقعہ پر حوضِ کوثر کا دینا زیادہ سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے کہ نہرِ کوثر یا حوضِ کوثر۔ بہر حال جنت کا ٹکڑا ہے۔ ایک جز ہے، جیسے مسجد کا ایک ٹکڑا ہے کنواں۔ مسجد میں کنواں ہوتا ہے نا۔ وہ تمام مسجد کے رقبہ سے بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ مسجد میں حوض ہوتا ہے۔ جامع مسجد دہلی کا حوض دیکھا ہے،

Marfat.com

آپ نے جامع مسجد سے کتنا چھوٹا ہے وہ! اسی طرح جنّت میں جو نہر ہے، وہ جنّت سے چھوٹی ہے اگر وہ حوض ہے تو وہ بھی جنّت سے چھوٹا ہے، اور ایک جنّت دو جنّتوں سے چھوٹی ہے۔ کیونکہ ایک تو آدھا ہے۔ ۲/۱ دو کا۔ دو سے ایک چھوٹا، اور ایک سے حوضِ کوثر چھوٹا۔ تو دو سے حوضِ کوثر اور نہرِ کوثر بہت چھوٹی ہوگئی۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (۵۵/۴۶) جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا۔ اس کے لئے دو جنّتیں ہیں۔ خائف رَب کے لئے تو دو جنّتیں اور افضل الانبیاءؐ کے لئے جنّت کا ننھا سا ٹکڑا یہ نہیں سمجھ میں آیا؟ بعض علماء نے یہ فرمایا کہ اس سے مراد قرآن ہے۔ یہ بھی دل کو نہیں لگتا کہ وہ قرآن ہو۔

کیونکہ جس طرح قرآن منجانب اللہ ہے اسی طرح توریت بھی منجانب اللہ ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دیا تو اسی طرح موسیٰ علیہ السّلام کو توریت دی ان کی بھی یہی پوزیشن ہے۔ بس ایک فرق ہے ذرا سا باقی سب میں برابر ہیں۔ انؐ کی عبادت معجزہ ہے۔ انؑ کی عبادت معجزہ نہیں تھی۔ ان کو بیّن معجزے دیئے گئے تھے۔ آسمانی کتاب ہونے میں ضرور برابر ہیں۔ یہ توریت بھی، انجیل بھی، صحیفۂ ابراہیم بھی وغیرہ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ کوثر سے مُراد اولاد ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (الرّعد ۱۳/۳۸) سوائے عیسےٰ علیہ السّلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تمام انبیاءؑ کی بیویاں بھی تھیں اور اولاد بھی تھی۔ یہ بھی کوئی نرالا عطیہ نہیں ہے۔ بہر حال علماء نے یہ فرمایا کہ اس سے مراد متبعین ہیں۔ ٹھیک ہے، سب سے زیادہ ہیں یہاں، لیکن ان کے ہاں بھی ہیں، قلّت سہی لیکن نوعیت مشترک ہے۔ علماء ہیں۔ ان کے ہاں بھی ہم (اللہ) نے امام پیدا کئے، ہمارے احکام کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ہاں، یہاں بھی علماء ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ زیادہ ہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ کمی بیشی ضرور ہے، نوعیت ایک ہے بہر حال تقریباً پندرہ تفسیریں کی ہیں جو مجھے یاد آتی جا رہی ہیں۔ میں آپ کے سامنے بیان کرتا جا رہا ہوں۔ جو چیزیں تفسیر میں بیان کی گئی ہیں وہ سب مشترک ہیں۔ محمد رسول —

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء ہیں۔ خواہ وہ اشتراک کُلّی ہو یا جزوی مشترک ضرور ہے اور مشترک عمل اس قابل نہیں ہے کہ اس کو امرِ مختص بنایا جائے اور اس کو خصوصیت دی جائے۔

(کوثر کی یہ تفسیریں جو ہیں) بعضوں نے کہا اسلام۔ جیسے اسلام ویسے عیسائیت اور ہر زمانے کے نبیؐ کا جو مذہب ہے۔ جو اس مذہب کی حیثیت ہے، وہی اس کی ہے۔ اسلام کی خصوصیت نہیں۔ سب مذاہب منجانب اللہ ہیں اور حق ہیں۔ تمام انبیاءؑ کے معجزات وہاں بھی ہیں، یہاں بھی ہیں۔ بلکہ بیّن معجزے وہاں زیادہ ہیں، یہاں کم ہیں۔ معجزات جو انبیاء علیہم السلام کو دیئے گئے تھے قدیم انبیاءؑ کو اس نوعیت کے معجزے یہاں نہیں ہیں، اُن کے تو بیّن تھے۔ اتنا بیّن معجزہ یہاں نہیں ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بیّن نہیں ہے۔ میرے ہاتھ ایک کتاب لگی۔ جہانگیر کے شاہی کتب خانہ کی مُہر لگی ہوئی تھی۔ اس میں ایک عیسائی کا اور مُلّا کا مناظرہ تھا۔ قلمی نسخہ تھا۔ وہ میں نے حکیم اجمل خاں کو دے دیا۔ وہ کتاب نواب فیض احمد خاں کے ہاں پڑھی جایا کرتی تھی۔ اس میں بہت بحثیں تھیں۔ عیسائی اور مسلمان کی بحث ہو رہی تھی، دونوں بحث کر رہے تھے۔ اس نے یہ جواب دیا کہ ہمارے نبیؑ کے معجزات بڑے بیّن ہیں۔ احیائے موتیٰ۔ مردے کو زندہ کرنا، کوڑھی کو تندرست کر دینا، ایسے ہی معجزے بہت سے ہیں ان کے۔ ہمارے نبیؐ کے ہاں ایسے معجزے نہیں ہیں۔ ہمارے علماء نے ان معجزات کی کثرت کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کی جو سورت ہے یہ تین آیتوں کی ہے اور اُس کے ساتھ چیلنج ہوا ہے۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (البقرہ ۲/۲۳) یہ سورۃ بھی اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ چیلنج ہو۔ اس کی مثل نہیں لا سکتے۔ گویا تین آیتوں کی مثل نہیں لا سکتے اور قرآن شریف میں تقریباً چھ ہزار آیتیں ہیں۔ چھ ہزار آیتوں کی ایسی تین تین آیتوں کے اگر ٹکڑے کئے جائیں تو دو ہزار بن گئے۔ ہر آیت کے ساتھ معجزہ ہے تو ہمارے نبیؐ کے دو ہزار معجزات ہیں۔ اس قسم کے جوابات دیئے۔ بہت اہل علم لوگ

Marfat.com

جمع تھے۔ آج سے ۵۰ سال پہلے بڑے ذی علم لوگ جمع تھے۔ یہ واقعہ تقریباً چالیس پینتالیس برس کا ہے۔ یہ ذکر ہو رہا تھا، چلتا آ رہا تھا۔ میں نے بہت بڑے اماموں کی کتابوں میں بھی یہ مضمون دیکھا، جو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ تو یہ بات جو ہے صحیح نہیں ہے۔ غیر صحیح دلیل سے ثابت کرنا، ثابت نہ کرنا اس سے بہتر ہے۔ یعنی غلط قدم اٹھانے سے نہ اٹھانا بہتر ہے۔ قدمائے علماء یہ بیان کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ہزار ہزار برس کے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔

ایک تو یہ بات ہے اس کے اندر کہ وہ نوعیت ایک ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے عصا کا معجزہ دس دفعہ ہو تو اُسے ایک ہی معجزہ سمجھا جائے گا۔ معجزۂ عصا، حالانکہ کئی دفعہ ہوا ان سے تو وہ کئی آیتوں سے شمار نہیں ہوا۔ ایک ہی آیت ہے وہ، وہ نوعیت ایک ہی ہے، معجزہ ایک ہی رہے گا۔ اس کے علاوہ پھر وہی دقت ہوئی۔ پھر اس کا حل کیا ہے۔ آپ سمجھے اسے۔ وہ غلط فہمی ہوئی ہے۔ معجزے کی جو کثرت ہے وہ فضیلت نبیؐ کی نہیں ہے۔ یہ نئی بات ہے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ معجزہ تائید کے لئے آیا کرتا ہے اور تصدیق کے لئے۔ یہ تصدیق ہو جائے کہ یہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کے پاس آئے اور اگر یہ کہے کہ وزیر کا، سفیر کا، یا صدر کا یہ حکم ہے، اور ہو وہ معمولی آدمی، تو آپ کو اس کی بات کی تصدیق نہیں ہونے کی۔ آپ اُس سے پوچھیں گے کہ کوئی نشانی، کوئی سند لاؤ، تو وہ مونوگرام لگا ہوا، چھپا ہوا کاغذ دکھا دے گا۔ تو آپ کو اطمینان ہو جائے گا۔ وہی بات اگر یہاں کوئی انتہائی معزز سفیر بیٹھا ہو۔ وہ کہہ دے تو اس سے آپ کچھ نہیں پوچھنے کے یقین کر لیں گے۔ تو جتنا کمزور سفیر ہوگا ہوگا اتنی ہی قوی سند اس کو لانا پڑے گی۔ چونکہ عیسٰے علیہ السلام کے تو نسب میں شک ہو رہا تھا اس لئے نہایت قوی معجزہ دینا پڑا انؑ کو۔ اور ہر وقت انؑ کی تائید کے لئے اپنا آدمی مقرر کر دیا۔ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرہ ۲/۲۵۳) ملازم کو ساتھ رکھا کہ اس کے ساتھ رہو۔ کمزور بچہ ہے۔ اور آپؐ کے لئے حکم ہوا کہ یہ پہاڑ جو ہیں سونے کے کر دیئے جائیں کیا؟ ارشاد ہوا۔ کچھ

Marfat.com

نہیں، میں ان سے سلٹ لوں گا، میں آؤں تمہاری مدد کو۔ ؟ کہا نہیں نہیں ۔جوان بیٹا جاتا ہے۔اس کے لئے امداد کی ضرورت نہیں، چھوٹا بچہ جاتا ہے اس کے لئے نوکر ساتھ بھیجنا پڑتا ہے، تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے قوی تھے نبوت میں کہ ان کو اتنی تائید کی ضرورت نہیں تھی یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۤءَ هُمْ (البقرۃ ۲/۱۴۶) وہ اتنے نمایاں تھے کہ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اسی طرح نبوت کے آثار نمایاں تھے! اسی لئے تو کثرت کی ضرورت نہیں! اسی لئے تو وہ کہتے تھے فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ (الانبیاء ۲۱/۵) ایسا معجزہ لاؤ نا جیسے اگلے لائے تھے۔ مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ (۲۱/۶) جو پہلے نبی بڑے بڑے معجزے لائے تھے کیا وہ (لوگ) ایمان لے آئے تھے! جو تم ایمان لے آؤ گے۔ ایسے معجزے دیکھ کر۔ وہ پالیسی بھی فیل ہوگئی۔ یہاں فیل کرنا نہیں، ان کو برباد کرنا تھا۔ انکار کرتے ہی وہ برباد ہوگئے۔ انہیں برباد کرنا نہیں۔ اس لئے بیّن معجزہ لانا نہیں دیکھتے ہی صورت سے معلوم ہوگیا۔ وہ ایمان لے آئے (دوسری بحث میں چلے گئے، اب آیت کی تفسیر کردیں، اور مضمون کو ختم کردیں)۔

بہرحال یہ تفسیریں میرے نزدیک یہاں چسپاں نہیں ہیں گو فی نفسہٖ اپنی جگہ پر ٹھیک ہوں۔ لیکن محل احسان ہے اور امتنان ہے، اس لئے یہاں یہ مناسب نہیں ہیں۔ حقیقی تفسیر اس کی یہ ہے۔ میں آپ کے سامنے بیان کررہا ہوں، یہ کوثر کا جو لفظ ہے، یہ کثرت سے مشتق ہے۔ جیسے جوہر کا لفظ جہر سے مشتق ہے۔ جہر کے معنی ظہور۔ جوہر اس کو کہتے ہیں جس میں زیادہ ظہور ہو۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ غایت درجہ ظہور ہو۔ جوہر کو جوہر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بہت ظہور ہوتا ہے۔ چمک بہت ہوتی ہے۔ مبالغہ کا صیغہ ہے! اسی طرح کوثر جو ہے بروزنِ فعل ہے۔ یہ مبالغہ کے لئے آیا کرتا ہے۔ غایت درجہ کی کثرت! اور کثرت کی غایت جو ہوا کرتی ہے وہ اس شئے سے جس کی وہ غایت ہے خارج ہوا کرتی ہے خارج نہ ہو تو داخل ہو کر جزو بن جائے گی۔ داخل کے معنی جزو کے، کثرت کی غایت جو ہے

Marfat.com

وہ کثرت سے خارج ہے۔ خارجِ کثرت صرف وحدت ہے اور کوئی شئے نہیں۔ اور وحدت کا جو حقیقی مصداق ہے وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ جو شئے بھی خدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے گا وہ نبی سے گھٹیا ہے اور گھٹیا دے کر احسان نہیں جتا سکتا۔ لوح و قلم، عرش و کرسی ملائکہ، حور و قصور، کیا دے گا۔ وہ سب چیزیں ان سے گھٹیا ہیں۔ گھٹیا چیز دے کر کیا احسان جتا رہا ہے۔ وہ چیز نبیؐ کو دینی چاہیئے جو عمدہ سے عمدہ ہو۔ وہ صرف اس کی اپنی ذات ہے۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ کا مطلب ہے میں تیرا ہو گیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ میں تیرا ہو گیا تو اب تجھے کیا کرنا چاہیئے۔ پہلے آپ صلوٰۃ کی حقیقت سمجھ لیں۔ نماز تمام عبادات کو شامل ہے سوائے مالی عبادت کے۔ حج اس کے اندر موجود ہے۔ روزہ اس کے اندر موجود ہے۔ جو حج میں ممنوع وہ اس میں ممنوع اسکے علاوہ اذکار، درود شریف، تسبیح و تحمید سب کچھ ہے صرف زکوٰۃ مالی عبادت شامل نہیں ہے۔ باقی کل ہے۔ جامع عبادات ہے نماز بہت بڑی چیز ہے۔ پوری دنیا سے افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسان نماز پڑھتا ہے تو دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے کانوں تک جو ہاتھ اٹھاتا ہے یہ اظہارِ بے اعتنائی ہے مثلاً میرا لڑکا نا اہل ہے۔ آپ کہیں کہ میں نے فلاں بری جگہ اُسے دیکھا ہے، میں نالاں ہوں اس لیئے دور ہوں۔ میں نے کہا کہ میں نے تو اس سے ہاتھ اٹھا لیا، کہیں جائے، کہیں رہے، ہاتھ اٹھانے کے معنی ہیں بے پروائی بے تعلقی۔ دونوں ہاتھ اٹھانے کے یہ معنی ہیں کہ میں نے اِس دنیا سے اور اُس دنیا سے، اِس جہان سے اور اُس جہان سے، دنیا اور عقبیٰ دونوں سے ہاتھ اٹھا لیئے۔ اللہُ اکبر۔ اب میں ان دونوں سے ہٹ کر بڑے کی طرف متوجہ ہوا۔ دونوں صغیر اور اصغر کو چھوڑ دیا۔ اتنی بڑی عبادت ہے۔ یہ ایک ہی عبادت اس قسم کی ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت ۲۹/۴۵) دنیا کے جتنے عیب اور برائیاں ہیں ظاہری و باطنی سب ترک ہوئیں۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ کے معنی یہ ہیں کہ پوری بدنی عبادت اور قلبی و زبانی عبادت گویا پوری ذات کی عبادت آ گئی۔

Marfat.com

ذکر میں دل سے اس کی یاد میں مشغول ہوگیا۔ ہاتھ یوں بندھے ہوئے۔ جہت کو بھی نہیں بدل رہا۔ تو پُورا کا پُورا جھک جا۔ وَانْحَرْ اور قربانی کر۔ قربانی کا بڑا مصرف ہے۔ وہاں اونٹ بڑی قیمتی چیز تھا۔ تو خرچ جو تھا سب سے زیادہ قربانی میں ہوا کرتا تھا۔ یعنی تو جان اور مال سے میرا ہوجا۔ میں تیرا ہوگیا اور تو میرا ہوجا۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ شَانِئَكَ کے معنی معارض مقابل، مخالف، جو تیرا مخالف ہے وہ ابتر ہے۔ وہ مصنوعی وجود ہے۔ اسے موجودات کی نشستوں میں سے کوئی نشست نہیں ملنے کی۔ دنیا کی موجودات میں گھٹیا سے گھٹیا وہ شے ہے جو تیرے خلاف ہوا وہ میرا نہیں ہے۔ میں کوئی نشست اس کو نہیں دوں گا۔ مٹی کے برابر بھی نہیں۔ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا وہ کہے گا۔ کاش مٹی کی نشست مجھ کو مل جاتی۔ اس نشست سے بھی اسے خارج کر دیا۔ تو میں تیرا ہوگیا۔ تو میرا ہوجا۔ جو تیرا نہیں ہے وہ میرا نہیں ہے۔ یہ ہے شان نبیؐ کی اُن کی کیا تعریف کوئی کرسکتا ہے۔ نبیؐ پر بہت درود بھیجا کرو۔ آخرت میں نبیؐ ہی تمہارے کام آئے گا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّنَا وَمُرْشِدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

ایک اصولی چیز آپ سمجھیں، اللہ تبارک وتعالےٰ نے عالم کو ایجاد کیا۔ پیدا کیا اور کوئی موجود ایسا نہیں ہے جو وحدت سے خالی ہو۔ حقیقی وحدت موجود تھی۔ ازل سے ابد تک، تو کسی واحد چیز کو بنانا مقصود نہیں ہونے کا۔ وہ حاصل کی تحصیل ہوگی۔ مصنوعی وحدت کی ضرورت کیا ہے۔ جب حقیقی وحدت موجود ہے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ وحدتِ حقیقی ہے۔ اب کسی واحد کو وہ پیدا کرے تو اس کا پیدا کرنا بے معنی ہے۔ اس لئے کہ حقیقی واحد موجود ہے۔ نقلی اور مصنوعی واحد کے پیدا کرنے کا فائدہ کیا۔ اس لئے مقصودِ کائنات وحدت نہیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے جو مفرد چیزیں بنائی ہیں وہ مقصود نہیں ہیں۔ یہاں بھی صناعوں کے ہاں دیکھیے کاریگر جو بڑے ہیں ان کے ہاں بھی جو مفردات ہوا کرتے ہیں وہ مقصود نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ ان سے مرکب مقصود ہوا کرتے ہیں۔ معمار ہیں، اینٹ، پتھر، روڑا مفرد شکل میں۔ ہر دقت

ہر جگہ موجود ہوا کرتے ہیں۔ وہ مقصود نہیں ہوا کرتے۔ ان کو جو مہیا کیا جاتا ہے، ان سے کوئی مرکب بنایا جاتا ہے۔ مثلاً عمارت بنائی جاتی ہے۔ دواؤں میں جو مفردات ہوتے ہیں وہ مقصود نہیں ہوتے بلکہ ان کے مرکبات معجون مقصود ہوتے ہیں۔ موٹر ہے اس کے چھوٹے چھوٹے پرزے اسی لئے مہیا کئے جائیں گے کہ آخر میں موٹر بنانا ہے۔ گویا صنعت سے مقصد ترکیب ہے۔ مرکب ہے۔ مفردات جو ہوا کرتے ہیں وہ مقصود بالغرض ہوتے ہیں مرکبات کے لئے ان کو پیدا کیا جاتا ہے یا مہیا کیا جاتا ہے ——— خود وہ مقصود نہیں ہوا کرتے۔ ہر چیز میں آپ دیکھ لیں گے۔ سالن مقصود ہے، اس کے جو مفردات ہیں گوشت گھی وغیرہ۔ وہ درحقیقت ذریعہ ہیں سالن کے۔ وہ مقصود نہیں ہیں۔ اگر وہ مقصود ہوتے تو پکانے کی مشقت نہ کی جاتی۔

خلاقِ عالم نے سب سے پہلے ملائکہ کو پیدا کیا۔ وہ مفرد تھے، وہ مرکب نہیں تھے۔ جس طرح اور انسان وغیرہ۔ اگر ملائکہ مقصود ہوتے تو صنعت کا کام وہیں ختم ہو جاتا۔ معمار کا مقصد مکان بنانا ہے جب بلڈنگ بن گئی تب اجزاء کی ضرورت نہیں رہتی، کسی شے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر مقصدِ تخلیق ملائکہ ہوتے تو جونہی ملائکہ کو پیدا کیا تھا اس کا کام ختم ہو جاتا، اور تخلیق عالم وہیں بند ہو جاتی، لیکن تخلیق جاری رہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملائکہ کا پیدا کرنا مقصود نہیں تھا۔ سمجھو بڑی بات ہے۔ غور کرو، افلاک اور ملائکہ اور جتنے بھی مفردات ہیں، یہ مقصود نہیں ہیں۔ کل کائنات میں سے کوئی مفرد مقصودِ صنعت نہیں ہے۔ صانع کا مقصد یہ مفردات نہیں ہیں بلکہ مرکبات ہیں۔ اب عناصرِ اربعہ یہ بھی مفرد ہیں۔ یہ بھی مقصود نہیں ہیں۔ بلکہ ان سے جو مرکب ہیں۔ جمادات گو مفردات کے مقابلے میں ضرور یہ مقصود ہیں۔ لیکن یہ اجزاء ہیں کسی اور مرکب کے۔ یعنی نباتات کے، آگے چل کر یہ بھی مقصود نہ رہے۔ کیونکہ درحقیقت نباتات اجزاء ہیں حیوانات کے، مگر آگے یہ بھی مقصود نہ رہے، حیوانات نباتات کے مقابل میں بے شک مقصود ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ بھی اجزاء ہیں انسان کے۔

Marfat.com

یہ انسان میں خرچ ہو رہے ہیں۔ تو جو شئے دوسرے میں خرچ ہو رہی ہے وہ شئے مقصود نہیں، بلکہ وہ شئے مقصود ہے کہ جس میں وہ شئے صرف ہو رہی ہے۔ اِس اصول کو سمجھ گئے؟ جو شئے کسی دوسری شئے میں خرچ ہو رہی ہے۔ وہ شئے مقصود نہیں ہے، بلکہ جس میں خرچ ہو رہی ہے وہ ہے مقصود، تو اشیاء برابر صرف ہوتے ہوتے انسان آگیا۔ انسان کسی چیز میں خرچ نہیں ہو رہا۔ کسی میں کام نہیں آرہا۔ کل اشیاء اسی میں صرف ہو رہی ہیں۔ یہ تجربہ آپ کو عقل سے ہو رہا ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ (الجاثیة ۴۵/۱۳) کائناتِ سماوی اور کائناتِ ارضی سب تمہارے واسطے مسخر ہوئیں۔ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرۃ ۲/۲۹) اور تمہارے لئے تمام روئے زمین کی چیزوں کو پیدا کر دیا۔ کل اشیاء تمہارے لئے ہیں۔ تم ان میں سے کسی شئے کے لئے نہیں ہو۔ اِس کائنات کی سب چیزیں تمہارے لئے ہیں۔ تم کسی شئے کے لئے نہیں ہو۔ اس کائنات سے باہر کسی اور کے لئے ہو۔ تم خالقِ کائنات کے لئے ہو۔ کل اشیاء انسان کے لئے بنیں۔ انسان خالقِ انسان کے لئے بنا۔ جتنے بھی انواع موجودات ہیں وہ کل کی کل نوع انسان میں خرچ ہو رہی ہیں۔ بالواسطہ یا بلا واسطہ۔ سو سو واسطے سے۔ وَلٰكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ کچھ ایسے وسائل ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔ ایسے ذرائع بھی ہیں۔ پتہ ہی نہیں چلتا کہ اِنسان کے کس کام آئے گی۔ لیکن یہ ہے کہ ضرور کسی نہ کسی توسل سے جا کر کام آئے گی۔ کل مخلوقات انسان کے کام کے لئے بنی ہیں اِنسان کسی کے کام کے لئے نہیں بنا۔ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ سوائے اپنے ربّ یعنی خالق کے کام کے لئے۔

تو اب اس کائنات میں غور کریں، افضل کون سی چیز ہوئی؟ انسان! نوع انسانی تمام انواع موجودات سے انسان افضل ہو گیا۔ کل مخلوقات میں ہر مخلوق سے کل انواع میں ہر نوع سے افضل ہو گیا۔ ملائکہ سے بھی افضل ہو گیا۔ گویا مقصودِ کائنات انسان ہے۔ اب انسان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک انسان کافر ہے، ایک انسان مومن ہے، ایک انسان نبی ہے۔

Marfat.com

تینوں قسم کے انسان ہیں ۔ جبکہ نوعِ انسانی تمام کائنات سے افضل ہو گئی! ان میں ایک فرد یعنی کافر موجود ہے ۔ کافر کے کیا معنی کہ وہ انسان کہ جو جس کام کے لئے بنایا گیا تھا اس کام میں وہ صرف نہیں ہوا ۔ وہ اپنے خالق کے لئے بنایا گیا تھا ۔ اختتام میں خالق پر نثار نہیں ہوا ۔ خالق کے کام میں وہ نہیں آیا ، اس کا بننا نہ بننے کے برابر ہو گیا ۔ وہ بگڑ گیا ۔ جیسے کہ سالن کی دیگ سڑ جائے ۔ پھینکی جاتی ہے ۔ کھانے کے کام میں نہیں آئے گی ۔ حالانکہ ننھا سا جزو گھٹیا سا جُزو جو نمک ہے وہ رکھ لیا جائے گا ۔ مگر دیگ پوری پھینک دی جائے گی ! اس میں اگر چوہا پڑ جائے یا سڑ جائے تو پورا قورمہ یا پوری بریانی کی دیگ بے کار ہو گئی پھینک دی جائے گی ۔ اور ننھا سا جزو جو مٹی ہے یعنی نمک جو بچ گیا ہے ، وہ رکھ لیا جائے گا کہ وہ کام کا ہے ! اسی طرح کافر کہے گا یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا (سورۃ النبا ۳۰/۴۰) کہ کاش میں گھٹیا سے گھٹیا ، جُز یعنی مٹی ہوتا ، میں گھٹیا جزو بننے کے قابل بھی نہیں ہوں ۔ سیب کتنی عمدہ چیز ہے ۔ ذرا بگڑ جائے سڑ جائے تو سارا پھینک دیا جائے گا ۔ لیکن دوسرا کچا سا بھی ہے وہ رکھ لیا جائے گا ۔ کافر کے معنی یہ ہیں کہ وہ قطعی بہترین موجودات میں سے تھا ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التّین ۹۵/۴) بہترین قوام میں سے ہم نے بنایا انسان کو ۔ اس کا قوام بہت اچھا تھا ۔ چونکہ وہ سڑ گیا اس لئے وہ بیکار ہو گیا ۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (سورۃ اعراف ۷/۱۷۹) وہ ہر جزو سے گھٹ گیا ۔ تمام کائنات سے بدتر ہو گیا ۔ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (سورۃ البینۃ ۹۸/۶) وہ بدترین خلائق ہو گیا ۔ جس طرح وہ دیگ بدترین خلائق ہو گئی ۔ اپنے سب جُزوں سے بدتر ہو گئی ، اسی طرح وہ انسان جو اپنے رب کے کام میں نہیں آیا ، تمام کائنات کی ہر گھٹیا سے گھٹیا نوع سے بدتر ہو گیا ۔ سڑ گیا جس کام میں اس کو آنا تھا اس کام میں وہ نہیں آسکا ۔ یعنی کافر خارج ہو گیا ۔

اب ۲ دو گروہ رہ گئے ، ایک مومن دوسرا نبی ، مومن کا خود مستقل وجود نہیں ہے ۔ مستقل وجود ایمان کا نہیں ہے ۔ اس کی روشنی ایسی ہے جیسے کہ ظِل یا سایہ ، روشنی کا یہ

تابع ہے اس (سورج کی) روشنی کے۔ اگر وہ روشنی نہ ہو تو یہ نہ ہو۔ ایمان جو ہے مومن کا، یہ درحقیقت نبوّت کے تابع ہے۔ اگر نبوّت نہ ہو تو مومن مستقل شئے نہیں ہے، تو مستقل انسان جو ہُوا وہ نبیؑ ہے۔ نبیؑ تمام موجودات سے افضل ہو گیا۔ انبیاء علیہم السّلام تمام کائنات سے افضل ہیں۔

اب اس نے نبوت بنائی۔ نبوّت کسے کہتے ہیں۔ خطابِ ربّانی کو یاد رکھو۔ اللہ تعالےٰ جس بشر سے خطاب کرے۔ بس اس خطاب ہی کا نام نبوّت ہے اور وہ بشر جو ہے وہ نبیؑ ہے۔ اسؐ نے کہاکہ یَآ اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ (البقرۃ ۲/۳۵) اے آدم رہو سہو جنت میں۔ اب نبیؑ بنایا اس نے۔ نبوّتِ آدم متحقق ہوئی۔ متحقق ہونے کے بعد اس کو ختم کر دیا۔ ختم ہو گئے وہؑ۔ ختم ہونے کے بعد اُس نے دوسری نبوت بنائی۔ اس سے یہ پتہ چل گیا کہ وہ نبوّت مقصود نہیں تھی، اگر وہ مقصود ہوتی تو آگے کاریگری جاری نہیں رہتی۔ اگر نبوّتِ آدم مقصود ہوتی جو متحقق کی تھی تو اور دیگر نبوّتوں کی ایجاد کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن اسے ختم کر دیا۔ ختم کر کے کہا یا نُوْحُ اَھْبِطْ (ہود ۱۱) اے نوحؑ اتر۔ اب نوحؑ نبی ہو گئے۔ اگر نوحؑ کی نبوت مقصود ہوتی تو یہی رہتی، آگے کوئی اور نہ بنتی۔ پھر کہا یَآ اِبْرَاھِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا (ہود ۱۱/۷۶) اے ابراہیمؑ جانے بھی دے۔ ابراہیم علیہ السلام کی نبوت ہوئی۔ اسے بھی ختم کیا۔ پھر کہا یا یعقوبؑ یا یُوسُفؑ یا فلاں، فلاں۔ پھر کہا یا مُوسٰی انی انا اے موسٰیؑ میں میں ہی ہُوں۔ اگر ان کی نبوت مقصود ہوتی تو آگے نبیؑ نہ بنتا۔ پھر کہا یا یحییٰؑ یا زکریاؑ یا داؤدؑ یا عیسٰیؑ سب نبوتوں کو بناتا رہا اور ختم کرتا چلا گیا تو معلوم ہو گیا کہ ان نبوّتوں میں سے کوئی سی بھی نبوّت مقصدِ تخلیق نہیں ہے۔ گویا مقصدِ کائنات نہیں ہے۔ کیونکہ اگر مقصد حاصل ہو جائے تو اس کے بعد کام ختم ہو جانا چاہیئے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو کہا یا عیسٰیؑ، وہ بھی ختم ہوتے۔ پھر آگے سب کے بعد محمد رسول

Marfat.com

A-294—P.U.P.—16,000—23-11-1985

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و...

Call No. ۲۹۷، ۴۴

رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب ۳۳/۴) نبوّت کا کام ختم ہوگیا، نبوّت ختم ہوچکی تو معلوم ہوا کہ یہی نبیؐ مقصود ہے، یہی مقصودِ کائنات ہے۔ اِسی کا پیدا کرنا تھا۔ تمام عالم کو اسی کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہی نبیؐ مقصود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نبیؐ کو نام لے کر نہیں پکارا۔ سب کا نام قرآن میں آیا یَا اٰدَمُ یَا نُوْحُ یَا اِبْرَاهِيْمُ یَا دَاوٗدُ یَا مُوْسٰی یَا عیسیٰؑ۔ ان کو کہا یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ۔ اتنا معزز نبیؐ ہے۔ یہی مقصدِ کائنات ہے۔ یہیؐ تخلیقِ عالم کا مقصد ہے۔ اسی نبوّت پر سلسلۂ نبوّت ختم ہوا ——————— اور اسی مضمون پر ہم نے اپنے بیان کو ختم کر دیا، اب سب لوگ اپنے نبیؐ پر درود و سلام بھیجو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمْ
وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

297.44 م 36 م
23628-U-67

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

باسمہ تعالیٰ

مقصودِ کائنات

مؤلف

امام المتکلمین والمحققین حضرت العلامہ حافظ محمد ایوب صاحب قدس اللہ سرہ

ناشر

مکتبہ رازی ۵۱ شہاب بخش محمد بن قاسم روڈ

کراچی

Marfat.com